بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے فی پرچہ ۲ آنہ

جلد (۱) | ۷ ماہ شہادت ۱۳۳۱ ہش - بمطابق ۷ اپریل ۱۹۵۲ء | نمبر ۵

قادیان میں جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد!

ہز ایکسیلینسی گورنر صاحب پنجاب (انڈیا) و ہز ایکسیلینسی گورنر صاحب مغربی بنگال کے پیغامات

پیشوایان مذاہب عالم کو مختلف مذاہب کے علماء کی طرف سے خراج تحسین

قادیان ۲۰ مارچ۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے احمدیہ جلسہ گاہ میں ساڑھے دس بجے صبح جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد کیا گیا۔ مقررہ وقت سے پہلے سارے شہر میں بذریعہ منادی جلسہ کے متعلق اعلان کیا گیا۔ معززین شہر کو خاص دعوت نامے بھی جلسہ میں شمولیت کے لئے بھجوائے گئے۔

جلسہ کی کارروائی جناب سردار گورنجی سنگھ صاحب جوہر ایم۔ ایل۔ اے سابق وزیر سول سپلائی مشرقی پنجاب کی زیر صدارت شروع ہوئی جس میں مختلف مذاہب کے مقررین نے سری کرشن جی۔ مہاتما بدھ۔ سری رامچندر جی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ باوا گورو نانک صاحب علیہ الرحمۃ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی اور مناقب جلیلہ پر تقاریر کیں۔ مقررین حضرات میں سے بعض کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

پادری سیٹھ نند لال صاحب دھاریوال۔ مسٹر میگ (M.C.A.G.) پرنسپل سالویشن آرمی بٹالہ۔ گیانی نرمل سنگھ صاحب کھجالہ۔ سردار کرتار سنگھ صاحب بٹالہ۔ ماسٹر رام سنگھ صاحب قادیان۔ گیانی شرم سنگھ صاحب۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے ناظر دعوت و تبلیغ۔ مولوی عبدالحق صاحب۔ مولوی محمد صادق صاحب ناقد۔ مولوی خورشید احمد صاحب۔ مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل اور مولوی عبدالقادر صاحب فاضل۔

مندرجہ ذیل معززین اگرچہ بوجہ مصروفیت اور معذوری شریک جلسہ نہ ہوسکے۔ لیکن انہوں نے جلسہ کے متعلق اپنے قیمتی پیغامات ارسال کئے۔

ہز ایکسیلینسی سر چندو لال ترویدی گورنر پنجاب۔ ہز ایکسیلینسی ڈاکٹر ایچ سی مکرجی گورنر مغربی بنگال۔ سردار اُتم سنگھ صاحب ایم۔ ایل۔ اے سری گوبند پور۔ سردار جودھ سنگھ صاحب پرنسپل خالصہ کالج امرتسر۔ ڈاکٹر شنکر داس مہرہ۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس دہلی۔ سردار نرنجن سنگھ صاحب پرنسپل کالج دہلی۔

جلسہ میں شرکت کے لئے بٹالہ اور دھاریوال سے پچاس کے قریب عیسائی دوست آئے اور چند رادھا سوامی بھائی بٹالہ سے تشریف لائے۔ علاوہ ازیں مقامی و بیرونی سکھ اور ہندو بھی اڑھائی صد کے قریب جلسہ میں شامل ہو کر باعث رونق ہوئے۔

جلسہ نہایت پُر امن فضا میں، اور محبت اور خلوص کے جذبات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ صاحب صدر نے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر اس قسم کے جلسے ہندوستان بھر میں منعقد ہوں تو ملک میں فرقہ دارانہ کشیدگی دور ہو کر صلح و اتحاد اور امن و آشتی کی فضا پیدا ہوگی اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے گا۔

جلسہ کی مفصل روئداد انشاء اللہ آئندہ پرچے میں جو پیشوایان مذاہب نمبر ہوگا شائع کی جائے گی۔

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی نے ... پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

عرض حال

مکرم صالح الدین احمد صاحب راجیکی از پشاور شہر۔

میں نا دیس پیا سے دور ہوئی کوئی دیس پیا کے لے جائے
لے سیس میری دکھیارن کی اور دید پیا کی دے جائے
یا کہدے اِتنا ساجن سے اِک درد بھری بن باسن ہے
تیرے نام کو لے لے روتی ہے وہ دکھیا ہے اور پاپن ہے
سُکھ چین گیا، من میت گیا غمگین بھکارن پھرتی ہے
تیرا ہاتھ سنبھالے سنبھلیگی کبھی اُٹھتی ہے کبھی گرتی ہے
دن رین تمہاری آس میں ہے دُکھ، درد مصیبت سہتی ہے
جب سوز کی آہیں اُٹھتی ہیں بے حال اُداس کہتی ہے
میں ڈوبی پاپ کے دریا میں لو پکڑیو بالم باہوں کو
اِک نیا دھر میں تیری ہے تو سُن لے ساجن آہوں کو
پھر رین بڑی اندھیاری ہے اور یاس نے ہر دم گھیرا ہے
میں راہ سے بھولی بھٹکی ہوں اور دُور بسیرا تیرا ہے
سر پاپ کے بادل چھائے ہیں اپرادھ کی برکھا برسے ہے
تو لے چل اپنی نگری کو تیرے کو من کو منوا ترسے ہے
دن رین بڑھے یہ بیل تیری پھولوں سے لدا گلزار رہے
اِک نظر اِدھر بھی ہو ستیدنا دُنیا میں تیری مہکار رہے
جو دیس میں راج رچے تیرا ہر آن میں اللہ والی ہو
میں تیرے باغ کی ڈالی ہوں تم میرے باغ کے مالی ہو
نہ ٹھوکر مار ہٹا نا پیتم میں برہا کی ماری ہوں
میں اچھی ہوں یا پاپن ہوں پر آخر کار تمہاری ہوں
یہ دیکھ لے میری آہیں ہیں یہ سُن لے میرے نالے ہیں
اِس چڑیا رین بسیرے میں کیا بیکل فرقت والے ہیں

ولادت۔ قادیان یکم اپریل مکرم مولوی حفیظ صاحب فاضل کے ہاں تیسری لڑکی تولد ہوئی۔ خدا تعالیٰ نومولودہ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ خادم دین بنائے آمین
اعلان نکاح۔ فضل الٰہی صاحب درویش کا نکاح مورخہ ۲۹ کو بعد نماز جمعہ اقبال بیگم صاحبہ بنت [illegible] دین صاحب ساکن [illegible] سے مبلغ [illegible] روپے مہر پر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب نے پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔
درخواست دعا۔ مکرم عبد [illegible] خاں [illegible] درویش [illegible] بیمار ہیں [illegible] اُنکے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی تشویشناک علالت اور احباب جماعت کا فرض

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

لاہور ۲۹ مارچ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق ربوہ سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا حسب ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے۔

"حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی حالت تشویشناک ہے مرکز اور الفضل نے آپ کی صحت کے متعلق جماعت کو صحیح اور مسلسل طور پر باخبر نہیں رکھا۔ تمام جماعتوں کو تواتر کے ساتھ دعائیں کرنی چاہئیں اور ارد گرد کے احمدیوں کو مطلع کرکے التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ (خلیفۃ المسیح)" ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ

ربوہ ۲۹ مارچ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ آج ڈاکٹر یوسج صاحب۔ ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب اور ڈاکٹر عبد الحق صاحب حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے طبی معائنہ کے لئے لاہور سے تشریف لائے۔ مرض کی بعض علامات میں بہتری کے خفیف آثار ہیں لیکن کمزوری بدستور ہے۔ اور عام حالت میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ تار کے انگریزی متن کا ضروری حصہ درج ذیل ہے:-

"slight improvement in certain symptoms but weakness continues and little change in general condition" 13/20 (الفضل)

حضرت ام المومنین اطال اللہ ظلہا کی تشویشناک علالت

از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے

حضرت ام المومنین اطال اللہ ظلہا ایک عرصہ سے بیمار چلی آتی تھیں اور کمزوری بھی کافی ہو چکی تھی۔ لیکن اب دو تین ہفتہ سے حالت زیادہ تشویشناک ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو بخار رہنے لگا ہے۔ جو مسلسل تو نہیں (جیسا کہ الفضل میں غلط طور پر میری تار کا ترجمہ چھپ ہے)۔ مگر اپنے غیر معمولی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے خطرہ کا موجب بنا ہوا ہے۔ یعنی کبھی درجہ حرارت ایک سو یا ایک سو ایک تک پہنچ جاتا ہے۔ جو اس عمر اور اس حالت میں تشویشناک ہے۔ اور کبھی درجہ حرارت نارمل سے بھی کافی نیچے گر کر دوسری طرف کا خطرہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کمزوری بہت زیادہ ہے۔ اور دل پر بھی اثر ہے۔ اور ہاتھوں میں رعشہ کی سی کیفیت ہے۔ اور پاؤں پر ورم ہے۔ علاوہ ازیں کبھی اسہال اور کبھی قبض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور گاہے گاہے قے بھی ہو جاتی ہے۔ خوراک بہت ہی کم ہو گئی ہے۔ اور اشتہاء تو عملاً بالکل مفقود ہے۔ یہ تمام علامات فکر پیدا کرنے والی ہیں۔

گذشتہ اتوار کو لاہور سے کرنل ڈاکٹر ضیاء اللہ صاحب اور ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب کو بلا کر دکھایا گیا تھا۔ انہوں نے اچھی طرح معائنہ کرکے نسخہ تجویز کیا اور خوراک وغیرہ کے متعلق بھی ضروری ہدایات دیں۔ اور بعض احتیاطی تدابیر نوٹ کرائیں۔ اُس دن خدا کے فضل سے طبیعت نسبتاً اچھی تھی۔ مگر اس کے دوسرے دن سے کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ اور درجہ حرارت کا اتار چڑھاؤ بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اور کئی دن سے اجابت بھی نہیں ہوئی اور بعض اوقات غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ گو خدا تعالےٰ کے فضل سے ہوش حواس درست ہیں۔

احباب حضرت اماں جان اطال اللہ ظلہا کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں حضرت اماں جان کا وجود جماعت کے لئے اور خاندان کے لئے بہت ہی مبارک ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی کے ساتھ کئی برکت کے سائے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں تا دیر جماعت کے سر پر اور خاندان کے سر پر خیر و برکت کے ساتھ سلامت رکھے اور حافظ و ناصر ہو یا ارحم الراحمین۔ والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد (الفضل)

قادیان میں سیدۃ النساء حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی صحتیابی و درازیٔ عمر کیلئے مسلسل دعائیں جاری ہیں اور صدقات دیئے جا رہے ہیں۔ (الفضل)

فرقہ دارانہ فسادات اور اُن کا انسداد

ہمارے ملک میں فرقہ دارانہ فسادات ایک زمانہ دراز سے چلے آتے ہیں۔ جب انگریزوں کی غیر ملکی حکومت تھی۔ تو ہم یہ کہہ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا کرتے تھے۔ کہ انگریز حاکم "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" (DIVIDE AND RULE) کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ ملک کے تمام نظم و نسق اور دروبست پر اس کا قبضہ ہے۔ پھر اس کی پالیسی کے خلاف ہماری حقیر کوششیں کس طرح کامیاب ہوسکتی ہیں۔ اور ہم ملک کی مختلف قوموں میں باہمی اتحاد و اتفاق اور امن و شانتی کس طرح قائم کر سکتے ہیں۔ ملک کے اندر جو فتنہ و فساد اور بدامنی بھی پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ملک کی ترقی اور سربلندی میں جو روکیں پڑتی ہیں اس کا باعث غیر ملکی حاکم ہے۔ اور اس حالت کی اصلاح اور درستی ہمارے یا ہمارے لیڈروں کے بس کا روگ نہیں۔

یہ وقت جوں توں کر کے گذر گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے ملک کو آزادی کی نعمت عطا فرمائی اور وہ غیر ملکی حاکم جس کے متعلق ہیں ہر طرف سے یہی یقین دلایا جاتا تھا کہ وہی فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ملک سے باہر نکل گیا۔ اور حکومت و اقتدار کی تمام مشینری ہمارے اپنے قبضہ میں آگئی۔ یہی نہیں بلکہ خوش قسمتی سے حکومت کی باگ ڈور ہمارے محبوب اور بیدار مغز لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو کے ہاتھ میں سونپی گئی۔ اب ملک کے راعی بھی ہم خود ہو گئے اور رعایا بھی ہم خود۔ کسی غیر ملکی طاقت کو ہمارے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا حق رہا نہ موقعہ۔

ان حالات میں کیا ملک کے ہر بہی خواہ کا سر ندامت سے جھک نہیں جاتا جب وہ ملک کے طول و عرض میں متعدد جگہوں پر فرقہ پرستی اور اس کے نتیجہ میں فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل ہوتے دیکھتا ہے۔ اور اب وہ اپنے دل کی بھڑاس فتنہ و فساد اور بدامنی کو کسی غیر ملکی حاکم کی شرارت کا نتیجہ قرار دے کر بھی نہیں نکال سکتا۔

آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو نے گذشتہ انتخابات کے موقعہ پر ملک کے ہر حصہ میں دورہ کیا۔ اور تقریباً ہر جگہ فرقہ دارانہ ذہنیت کی مذمت کی۔ اور اس کو کچل کر رکھ دینے کے پختہ ارادہ کا اظہار کیا۔ یہی نہیں بلکہ فرقہ پرستی کو ملک کی ترقی کا سب سے بڑا دشمن اور اس گذشتہ غلامی کا موجب قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے مورخہ ۱۳؍ ستمبر ۱۹۵۱ء کو بمقام لدھیانہ جو تقریر کی اس میں فرمایا:۔

"اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ ہندوستان کیوں غلام ہوا تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ غلامی کا بڑا کارن فرقہ داری کی وہ طاقتیں ہیں جنہوں نے مختلف گوتوں اور عقیدہ کے لوگوں کو تقسیم کر کے انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے"

(بحوالہ ٹریبون یکم اکتوبر ۱۹۵۱ء)

لیکن باوجود اس کے کہ پنڈت جی جیسی عظیم اور بلند پایہ شخصیت نے ہر پلیٹ فارم پر اور ملک کے ہر حصہ میں فرقہ پرستی و فرقہ بندی کی مذمت کی اور اس کو کچلنے کا تہیہ کیا۔ اہل ملک اس روگ سے شفایاب نہ ہوئے اور جناب وزیر اعظم صاحب کے ان دوروں اور تقریروں کے بعد بھی ملک کے متعدد مقامات فرقہ دارانہ فسادات کی لپیٹ میں آئے۔ جس کے نتیجہ میں بہت سی جانوں اور کثیر اموال کا اتلاف ہوا۔ ابھی گذشتہ دنوں "ہولی" کے مقدس تہوار پر بھی فیروز آباد۔ مظفر نگر۔ بلرام پور۔ آگرہ۔ دہلی۔ کلکتہ۔ سہارنپور۔ رانچی۔ لکھنو۔ وغیرہ مقامات میں فرقہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے جو فتنہ و فساد برپا ہوا۔ اس کی تفصیل ہر باخبر ہندوستانی کے سامنے ہے۔

کیا یہ بھیانک و پُر خطر حالات ملک کے خیر اندیشوں اور اس کی ترقی کے خواہشمندوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟ کیا ہم یہ سمجھ کر بری الذمہ ہوسکتے ہیں کہ ہمارے وزیر اعظم فرقہ پرستی اور گروہ بندی کو ختم کرنے کے لئے ملک کے طول و عرض میں اپنی پالیسی کا اظہار کر چکے ہیں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ فرقہ پرستی کی بیماری بہت مزمن، مہلک اور پیچیدہ ہو چکی ہے۔ اور اس کے دور کرنے کے لئے ملکی حالات اور فرقہ دارانہ فساد کے اسباب کا زیادہ گہرا مطالعہ اور ان کے متعلق زیادہ مؤثر اقدام کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں خود پنڈت جی نے بھی کلکتہ میں اپنی حالیہ تقریر میں فرمایا ہے۔ کہ:۔

"یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس فتنہ (فرقہ پرستی) کی سرکوبی کا کام ختم ہو گیا ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو فرقہ پرستی پھر سر اُٹھائے"

(بحوالہ الجمعیۃ ۲۶؍ مارچ ۱۹۵۲ء)

گویا یہ بلا ابھی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے اور اس کے بداثرات سے دوچار ہونے کا خدشہ ہمیں ہر وقت درپیش ہے۔ کیا یہ بات افسوسناک نہیں کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ہم ان کی ایک اعلےٰ اخلاق اور عمدہ باتوں سے تو محروم ہو گئے لیکن وہ خوبیاں جو آزاد قوموں کا طرۂ امتیاز ہوتی ہیں ابھی ہم میں پیدا نہیں ہوئیں۔ فرقہ پرستی کی مذمت کے معاملہ پر ہی غور فرمایئے۔ بے شک ہمارے بیدار مغز وزیر اعظم نے ملک کے طول و عرض میں اس کے خلاف آواز بلند کی لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان کی تائید میں اور کتنی ذمہ دار آوازیں اُٹھیں۔ اور حکومت کے دوسرے ارباب حل و عقد نے کہاں تک اس آواز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تجاویز کو سوچا اور ان پر عمل کیا۔

کیا انگریزی راج میں یہ خوبی نہ تھی کہ جب کبھی حکومت کا سربراہ وزیر ہند، وائسرائے یا کوئی گورنر کسی پالیسی کا اعلان کرتا۔ تو اس پالیسی کو چلانے کے لئے حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آجاتی اور اس کے سارے کل پرزے اپنی اپنی ذمہ داری کے اعتبار سے اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے برسرکار آجاتے لیکن اب جس پالیسی کا اظہار و اعلان وزیر اعظم صاحب نے کیا ہے۔ اس کے متعلق ضروری تجاویز سوچنے اور مؤثر قدم اُٹھانے کے لئے ارباب بست و کشاد نے بہت قلیل تعداد میں حصہ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ پرستی کے بد اثرات متواتر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور ملک کو ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہونے میں روک بن رہے ہیں۔

ہم قارئین کرام کے سامنے فرقہ دارانہ ذہنیت کی اصلاح اور فرقہ دارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے چند تجاویز پیش کرتے ہیں خدا کرے کہ ہماری یہ کمزور آواز صاحب اثر لوگوں تک رسائی حاصل کرے اور وہ اس کے متعلق عملی قدم اُٹھا سکیں۔

—— (۲) ——

انگریزوں نے ہندوستان کی دو بڑی قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو بگاڑنے اور ان میں دشمنی و تفرقہ ڈالنے کے لئے ہندوستان کے تاریخی واقعات کو اس رنگ میں مدوّن اور ظاہر کیا کہ ہندوؤں کے دل میں ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے متعلق نفرت، کینہ اور عداوت پیدا ہو گئی۔ اور وہ اپنے مسلمان ہموطنوں کو ظالم، مستبد، غاصب، خونی اور لٹیروں کی اولاد سمجھنے لگے۔ اس طریق سے انگریزوں نے ایک طرف تو اسلامی حکومت کو ظالم، مستبد اور جابر قرار دے کر اس کے بقیہ اثر و اقتدار کو ملک سے ختم کر کے اپنی طاقت کو مضبوط کیا۔ اور دوسری طرف ملک کی دو بڑی قوموں کو آپس میں لڑا کر اور ان کے درمیان اختلاف و نفرت پیدا کر کے ان کی طاقت اور آزادی و ترقی کی جد و جہد کو کمزور کرنے میں کامیاب ہوئے انگریزوں کا تاریخی واقعات کو سیاسی اغراض کے ماتحت مدوّن کرنا ایک ایسی واضح اور مبرہن حقیقت ہے کہ خود انگریز مورخین نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مسٹر کننگھم لکھتا ہے کہ:۔

"حکومت کے تاریخی کاغذات میں اس قدر ردّ و بدل کیا جاسکتا ہے کہ وہ موجودہ عارضی سیاست پر چسپاں ہوسکے"

(بحوالہ تاریخ سلطنت خداداد)

اسی طرح مشہور انگریز مورخ سر جان جو انڈیا کونسل کے شعبہ خفیہ کا سیکرٹری بھی تھا لکھتا ہے:۔

"ہم لوگوں کا یہ عام طریقہ ہے کہ پہلے دیسی حکمران کی سلطنت پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اس معزول بادشاہ یا اس کے جانشین کو بدنام کرتے ہیں"

(تاریخ سلطنت خداداد صفحہ ۵۶۹)

پھر مسٹر جیمس مل مشہور مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں کو اصل واقعات کو چھپانے میں ید طولیٰ حاصل ہے"

(بحوالہ تاریخ سلطنت خداداد۔ میسور)

اسی طرح مسٹر کننگھم لکھتا ہے:۔

"جعلی سندات بنائے گئے ہیں جن پر وزارت کی مُہر ہوتی ہے۔ تاکہ لوگوں کو یقین آجائے۔ ہمیں اس سلسلہ میں فریب سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے"

(بحوالہ تاریخ سلطنت خداداد۔ میسور)

مندرجہ بالا حوالہ جات جو خود انگریزوں کی تحریرات سے بطور نمونہ کے دیئے گئے ہیں صاف ظاہر کرتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو جو اس ملک میں حکمران تھے بدنام کرنے کے لئے ہر طرح جائز و ناجائز وسائل اختیار کئے۔ اور فرضی اور جعلی واقعات، و مظالم ان کی طرف منسوب کر کے ان کے خلاف اشتعال اور نفرت کو پھیلایا۔ بے شک یہ رویہ ان غیر ملکی حکمرانوں کا یہ رویہ نہایت قابل اعتراض اور لائق نفرین ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ قابل افسوس یہ [illegible] ہے کہ اب جبکہ پھوٹ ڈالنے والے غیر ملکی یہاں سے [illegible] ہو چکے ہیں اور

ہم ملک کے اندر اتحاد و اتفاق کی قدر و قیمت کو بھی سمجھ چکے ہیں۔ ابھی تک ہم اسی ڈگر کا پر چل رہے ہیں جس پر انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں ہم چلنے پر مجبور تھے۔ ہمارے مورخین قرونِ وسطیٰ کی تاریخ لکھتے وقت اس مواد پر بنیاد رکھتے ہیں۔ جو انگریزوں نے مہیا کیا تھا۔ اور اسی رنگ میں واقعات کو قلمبند کرتے ہیں جس رنگ میں انگریزوں نے سیاسی اغراض کے ماتحت ان واقعات کو مدون کیا تھا۔

اسی طرح ہمارے اخبارات، رسائل اور لیکچرار ابھی تک ان فرضی اور جعلی مظالم کا رونا روتے رہتے ہیں جو انگریزوں نے سلطان محمود غزنوی ۔ فیروز تغلق، سکندر لودھی ۔ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ ۔ حیدر علی یا سلطان ٹیپو وغیرہ کے متعلق غلط طور پر منسوب کئے تھے۔ ان واقعات کو دہراتے ہوئے یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ ان کے ذکر سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اختلاف اور عداوت کی خلیج کس قدر وسیع ہو گی۔ اور ملک کا امن و امان کس طرح تباہ و برباد ہوگا۔ بلکہ ایک طرف تو انگریزوں کو پھوٹ ڈالنے کا موجب قرار دے کر ان کو کوسا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف پھوٹ ڈالنے والے اپنی ہتھیاروں کو جو انگریزوں نے تیار کئے تھے زیادہ تیز اور صیقل کر کے فرقہ وارانہ کشیدگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ افسوس! صد افسوس!!

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ظلم و جور اور جبر و استبداد کے سب واقعات یا اکثر واقعات جو مسلمان بادشاہوں کے خلاف بیان کئے جاتے ہیں۔ درست ہیں۔ تو بھی موجودہ حالات میں ان کو دہرانا اور تقریر و تحریر میں ان کے متعلق بار بار ذکر کرنا کس طرح ہمارے لئے مفید ہو سکتا ہے؟ ایسی باتوں کے اظہار سے سوائے قومی منافرت اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے بڑھنے کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے شک پرانے بادشاہوں میں بہت سی کمزوریاں تھیں۔ لیکن ساتھ ہی وہ بہت سی خوبیوں سے متصف بھی تھے۔ اور اگر صرف تاریک پہلو سامنے رکھنے کی عادت نہ ہو تو برے سے برے انسان میں بھی کئی خوبیاں اور روشن پہلو نکل آتے ہیں۔ جن کے ذکر و اظہار سے بہت سے انفرادی قومی اور ملکی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

پس اوّل تو ہمیں چاہیئے کہ تواریخ کی پوری طور پر چھان بین کر کے پرانے بادشاہوں کے روشن اور درخشندہ حالات قوم کے سامنے لائیں۔ تاکہ ہمارے نوجوان ان سے اچھا نمونہ اور سبق حاصل کر سکیں اور ان کے اندر آزاد اور ذمہ دار قوموں کا شعور اور احساس پیدا ہو۔ ورنہ کم از کم ان غلط واقعات کو جو سیاسی مصلحتوں کے ماتحت تاریخ میں شامل کئے گئے ہیں اور ان میں کوئی حقیقت و صداقت نہیں پائی جاتی کتب تاریخ سے نکال دیا جائے اور آئندہ کے لئے ان کا دہرانا ممنوع قرار دیا جائے۔

کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ ہمارے ذمہ دار نیتا اور کانگرس کے لیڈر ہر وقت فرقہ پرستی پر لعنت ڈالنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ لیکن جو عوامل فرقہ پرستی اور اس کے بد اثرات کو پیدا کرنے اور بڑھانے کا موجب ہیں ان کو دور کرنے کے لئے کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ اگر ہماری سیکولر حکومت مہربانی فرما کر اس مسئلہ کو سنجیدگی سے سوچے اور یہ قانون بنا دے کہ ہندوستان کی گذشتہ حکومتوں اور بادشاہوں کے متعلق خواہ مخواہ الزام تراشی و اتہام طرازی نہ کی جائے اور جو شخص بھی اس کا ارتکاب کرے اس کو مستوجب سزا قرار دیا جائے تو ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کا ایک بڑا سبب دور ہو جائے گا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اگر اربابِ حکومت اور کانگرس کمیٹی کی طرف سے اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کر کے کتب تواریخ کی اصلاح کی جائیگی اور پرانے بادشاہوں کے مظالم کے مفروضہ واقعات کی تشہیر کو بند کیا جائے گا۔ تو یقیناً فرقہ وارانہ کشیدگی اور فسادات کا ایک بڑا شہتیر ٹوٹ جائے گا۔ ورنہ صرف تقریروں میں فرقہ پرستی کی مذمت کرنا اس مرض کے ازالہ کے لئے قطعاً ناکافی ہے۔

ہمارے ملک کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ لامذہبی جمہوریت ہے۔ یعنی اس میں جملہ اقوام اور اہل مذاہب کو بلا لحاظ مذہب و قوم جمہوری اصول کے ماتحت ترقی کرنے کا حق ہے۔ ان حالات میں حالات اس امر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کتب تواریخ میں ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت یعنی مسلمانوں کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا جائے۔ کہ ان کے آباؤ اجداد نعوذ باللہ ظالم ۔ خونی ۔ لٹیرے اور جابر و مستبد تھے۔ تو ان کے اپنے اخلاق پر کس قدر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور وہ ملکی جمہوریت میں کس طرح کامیاب اور مفید عنصر بن سکتے ہیں۔ پس قطع نظر فرقہ وارانہ کشیدگی اور فتنہ و فساد کے سرکاری مدارس اور تعلیمی اداروں میں ایسی کتب تاریخ کو پڑھانا جمہوریت کے اصول کے منافی ہے۔ اور ملک کی ایک بڑی قوم کو ناکارہ اور غیر مفید بنانے کا باعث ہے۔ جس کے نتیجہ میں ملک کی مجموعی ترقی کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کر کے فرقہ وارانہ کشیدگی کے اس بڑے سبب کو دور کرنے کے لئے مناسب تجاویز اختیار کریگی۔ آئندہ اشاعتوں میں انشاء اللہ تعالیٰ بعض اور ضروری تجاویز کا ذکر کیا جائے گا۔ فقط

جماعت احمدیہ شورت میں جلسہ سیرت النبی صلعم کا انعقاد

آج مورخہ ۲۵ مارچ کو جماعت احمدیہ شورت تحصیل کولگام کشمیر کے زیر اہتمام سیرت النبی کا جلسہ ہوا۔ کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو راجہ عبد الرحمٰن خان صاحب نائب امیر جماعتہائے کشمیر نے کی نظم مولوی عبد الرحیم دیہاتی مبلغ نے پڑھی ازاں بعد مکرم و محترم مولوی عبد الواحد صاحب فاضل نے سیرت کے جلسوں کی غرض و غایت اور اہمیت پر روشنی ڈالی اور اِھدنا الصراط المستقیم کی آیت سے استدلال کر کے ثابت کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقتدر اور عالیشان بادشاہ اور خاتم النبیین تھے اسکے بعد خواجہ محمد عبد اللہ صاحب ڈار نے "بدرگاہ ذیشان خیر الانام" والی نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ پھر حکیم غلام نبی صاحب کولگام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض جلالی کارناموں کو بیان کیا! ازاں بعد راجہ محمد ایوب صاحب سیکرٹری امور عامہ نے نظم پڑھی اور راجہ غلام محمد خان صاحب سیکرٹری مال جماعت یاڑی پورہ نے اپنا تحریری مضمون پڑھ کر سنایا۔ ظہر اور عصر کی نمازوں کے بعد دوسرا اجلاس ہؤا ۔ ۔ جس میں غلام محمد آف کولگام نے تلاوت قرآن کریم کی ۔ اور مولوی عبد الرحیم صاحب، منشی رحمت اللہ خاں صاحب پنشنر اور عبد الرحیم صاحب طالب علم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے۔ اختتام جلسہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و درازیٔ عمر کیلئے دعا کی گئی اور جلسہ بخیر و خوبی سرانجام پایا۔

خاکسار عبد الغفار آہنگر صدر جماعت احمدیہ شوپیان

انتخابات کے بعد احباب جماعت کا فرض

مرکزی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ختم ہو چکے ہیں اور نئی وزارتیں اپنا اپنا کام سنبھال رہی ہیں۔ اس ضمن میں جیسا کہ گشتی چٹھی کے ذریعہ احباب جماعت کو اطلاع دی گئی ہے۔ احباب کا فرض ہے کہ ہر طرح حکومت کے افسران کے امن و امان کے قیام اور ملک کی ترقی کے کاموں میں تعاون کریں۔ اور ان نمائندوں کے ساتھ جو ان کے علاقہ میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مستقل طور پر تعلقات کو استوار کریں اور ان کو جماعت کی تعلیم اور حالات سے پورے طور پر آگاہ فرمائیں اور تبلیغی لٹریچر پہنچائیں خدا تعالےٰ اپنے فضل سے سلسلہ حقہ کی ترقی اور سربلندی کے زیادہ سے زیادہ سامان پیدا فرمائے۔ آمین۔

ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

اِعلانِ نکاح

خاکسار کی بہن سیدہ نصرت جہاں بیگم بنت سید عبد المنعم صاحب مرحوم نائب امیر پراونشل صوبہ اڑیسہ اور اخویم میاں غلام محمود دہلی صاحب بی۔ اے ابن مولوی نور محمد صاحب امیر پراونشل صوبہ اڑیسہ کے نکاح کا اعلان مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۲ء کو مکرمی جناب سید عبد الحکیم صاحب امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ نے اڑھائی ہزار مہر پر بعد نماز جمعہ کیا۔ احباب دعا فرمائیں کہ خداوند کریم اس رشتہ کو احمدیت کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

سید فضل عمر کٹکی واقف زندگی خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

خطبہ جمعہ

ہمیشہ اپنے کاموں میں محبت اور عقل کا توازن قائم رکھو

توازن قائم نہ رکھنے کی صورت میں تم یا تو وہم میں مبتلا ہو جاؤ گے اور یا حماقت میں

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷/ مارچ ۱۹۵۲ء بمقام ناصر آباد سندھ

(مرتبہ مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں

عقل اور محبت

کے دو نتیجے ہوا کرتے ہیں۔ عقل یہ کہتی ہے۔ کہ جس رنگ میں کوئی سچائی پائی جائے۔ اسی طرح اُس کو مانا جائے۔ اور محبت یہ کہتی ہے کہ جس حد تک ہو سکے جس سے پیار ہو اس کی طرف عیب منسوب نہ ہونے دیا جائے۔ یہ دونوں چیزیں مل کر دنیا میں امن پیدا کرتی ہیں اور انسان کے لئے ترقی کے رستے کھولتی ہیں۔ اگر خالی عقل پر ہی بنیاد رکھی جائے۔ اور محبت اور ہمدردی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو پھر انسان شبہ اور وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور خواہ مخواہ چلتے پھرتے دوسرے پر بدظنی کرتا رہتا ہے۔ مثلاً وہ کھانا کھائے گا۔ تو اُسے یہ وہم ہو گا کہ شاید اس میں کسی نے زہر ملا دیا ہو۔ وہ کسی کے ساتھ جا رہا ہو گا تو خیال کرے گا۔ کہ کہیں اس کا ساتھی اس کی پیٹھ میں خنجر نہ مار دے۔ وہ سودا خریدے گا۔ تو اسے یقین ہو گا۔ کہ دوکاندار نے اس کے ساتھ ٹھگی کی ہے اور جب یہ بات بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو انسان جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قصہ مشہور ہے

کہ ایک شخص نے کسی سے کہہ دیا۔ درزی چور ہوتے ہیں اور یہ بات ٹھیک بھی ہے کہ یہ پیشہ ہی ایسا ہے کہ اس میں بعض کترنوں کا ضائع ہو جانا ممکن ہے اور گرہ گرہ دو دو گرہ جو کترنیں بچ جاتی ہیں بعض لالچی درزی انہیں جوڑ کر ٹوپی یا کوئی اور معمولی چیز بنا لیتے ہیں اور اس طرح پیسے کما لیتے ہیں۔ لیکن اس بات کو اتنا وسیع کر لینا کہ کوئی درزی بھی دیانتدار نہیں ہوتا۔ انتہا درجہ کا وہم ہے بہرحال اس شخص پر کسی نے زور دیا اور کہا کہ تم کسی درزی کا اعتبار نہ کرو۔ درزی ضرور چور ہوتا ہے اور یہ بات اس کے دماغ میں بیٹھ گئی اور اس نے یہ سمجھ لیا ہے۔

ہوشیار رہنے کا موقعہ

آ گیا ہے۔ ایک دن اُس نے کچھ کپڑا خریدا اور اس نے ارادہ کیا۔ کہ اس کپڑے کی ٹوپی بنوائے چنانچہ وہ ایک درزی کے پاس گیا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا اس کپڑے کی ٹوپی بن جائیگی درزی نے کہا۔ ہاں اس کی ٹوپی بن جائے گی۔ چونکہ اس شخص کو یقین دلایا گیا تھا کہ درزی ضرور چور ہوتا ہے۔ اس لئے اس نے خیال کیا کہ یہ کپڑا ایک ٹوپی سے زیادہ ہے۔ اور درزی نے اندازہ لگاتے وقت یہ گنجائش رکھ لی ہے۔ کہ اس کیلئے کچھ کپڑا بچ جائے۔ اس لئے اس نے پھر دریافت کیا۔ کہ کیا اس کپڑے کی دو ٹوپیاں بن جائیں گی۔ درزی نے کہا ہاں اس سے دو ٹوپیاں بن جائیںگی جب درزی نے یہ کہا۔ کہ اس کی دو ٹوپیاں بن جائینگی تو چونکہ اس کے استاد نے اسے یقین دلایا ہوا تھا کہ درزی ہمیشہ کچھ کپڑا بچا لیتا ہے اسلئے اس نے پھر یہی سوچا کہ شاید تین ٹوپیاں بن جائیں۔ اسلئے اُس نے درزی سے کہا۔ کیا اس کی تین ٹوپیاں بن جائیںگی اس نے کہا۔ ہاں اس کی تین ٹوپیاں بن جائیںگی۔ درزی کا یہ جواب سُن کر اس کا شبہ

یقین سے بدل گیا

اور اس نے خیال کیا۔ کہ اگر میں ایک ٹوپی بنواتا تو درزی دو ٹوپیوں کا کپڑا چرا لیتا۔ اور اگر میں دو ٹوپیاں بنواتا۔ تو ایک ٹوپی کا کپڑا درزی نے رکھ لینا تھا۔ اسے یقین ہو گیا۔ کہ کپڑے میں اب بھی گنجائش موجود ہے۔ اور چوتھی ٹوپی بن سکتی ہے۔ ورنہ درزی یہ نہ کہتا کہ اس کی تین ٹوپیاں بن جائینگی اس نے اپنے لئے بھی تو کپڑا بچانا ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا۔ کہ کیا اس کی چار ٹوپیاں بن جائینگی۔ تو درزی نے کہا۔ ہاں اس کی چار ٹوپیاں بن جائینگی۔ اس پر اس کا

شبہ اور بڑھ گیا

اور اس نے خیال کیا۔ کہ اب بھی کچھ کپڑا بچ جائیگا اس لئے اس نے پھر دریافت کیا۔ کہ کیا اس کی پانچ ٹوپیاں بن جائیں گی۔ درزی نے کہا۔ ہاں اس کی پانچ ٹوپیاں بن جائیں گی۔ تو اس نے خیال کیا۔ جب درزی پانچ ٹوپیاں بنانی مانتا ہے۔ تو اسکی چھ ٹوپیاں بھی بن سکتی ہیں۔ میں کیوں نہ چھ ٹوپیاں بنواؤں۔ اس نے اس سے کہا۔ کیا اس کی چھ ٹوپیاں بن سکتی ہیں۔ اسے اب بھی یقین تھا کہ درزی نے کپڑا ضرور بچایا ہے۔ اس لئے اس نے پھر دریافت کیا۔ کہ کیا اس کی

سات ٹوپیاں

بن سکتی ہیں۔ تو درزی نے جواب دیا۔ ہاں اس کی سات ٹوپیاں بن سکتی ہیں۔ اس نے پھر خیال کیا۔ کہ درزی نے اب بھی کپڑا بچا لیا ہے۔ اس لئے اس نے پھر کہا۔ کہ اس کی آٹھ ٹوپیاں بن سکتی ہیں۔ تو درزی نے کہا۔ ہاں اس کی آٹھ ٹوپیاں بھی بن سکتی ہیں اب اُسے شرم آئی۔ اور اس نے کہا۔ اگر یہ آٹھ ٹوپیوں کے بعد بھی کپڑا چراتا ہے تو چرا لے۔ اس نے درزی سے کہا یہ ٹوپیاں کب تیار ہو جائیں گی۔ اُس نے کہا۔ آٹھ دن کے بعد آنا۔ اور ٹوپیاں لے جانا۔ چنانچہ وہ آٹھ دن کے بعد واپس آیا۔ درزی نے ٹوپیاں تیار کی ہوئی تھیں۔ مگر وہ نہایت چھوٹی چھوٹی تھیں۔ جیسے انگشتانے ہوتے ہیں۔ وہ یہ ٹوپیاں دیکھ کر حیران ہوا۔ اور کہا۔ تو نے میرا کپڑا خراب کر دیا ہے۔ درزی نے کہا۔ آپ نے خود کہا تھا کہ اس کپڑے سے آٹھ ٹوپیاں بنا دو سو میں نے آٹھ ٹوپیاں بنا دی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں نے اس کپڑے میں سے ایک دھجی بھی ضائع کی ہے تو میں مجرم ہونگا۔ مگر جب اس کپڑے کی آٹھ ٹوپیاں بنیں گی۔ تو اتنے سائز کی ہی بنیں گی۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔ اور بدظنی کی سزا پا لی۔ غرض اگر

خالی عقل

ہی استعمال کی جائے تو یہ انسان کو جنون کی طرف لے جاتی ہے۔ اسی طرح خالی محبت انسان کو احمق اور دیوانہ بنا دیتی ہے۔ مثلاً کسی کی بیوی جھوٹ بولتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری بیوی نے جھوٹ بولا ہے۔ تو وہ انہیں گالیاں دینا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے میری بیوی جھوٹ نہیں بول سکتی۔ بیٹا چوری کرتا ہے اور لوگ کہتے ہیں۔ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے۔ تو وہ اُنہیں بُرا بھلا کہنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے میرا بیٹا ایسا نہیں کرتا۔ اس نے ان کے دل چیر کر نہیں دیکھے ہوتے بلکہ اس کا علم محض

محبت تک محدود

ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ چونکہ یہ میری بیوی ہے اسلئے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ چونکہ یہ میرا بیٹا ہے اس لئے چوری نہیں کر سکتا۔ غرض محبت میں انتہا کو پہنچ جانا [illegible] حماقت [illegible] ہے پس اگر کوئی شخص محض علم لیا

تو اوہام اور شبہات ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور اگر خالی محبت سے کام لیا جائے۔ تو انسان احمق اور جاہل بن کر رہ جاتا ہے۔ سارا محلہ بدگوئی کر رہا ہوتا ہے۔ کہ فلاں کی بیوی جھوٹ بولتی ہے۔ لیکن یہ خوش ہو رہا ہوتا ہے۔ کہ آسے اس سے زیادہ نعمت اور کہیں ملے گی جیسی بیوی اسے ملی ہے۔ ویسی اور کسی کو نہیں مل سکتی لیکن مومن کا طریق ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔ مومن نہ تو محبت کو نظر انداز کرتا ہے۔ وہ ہر بات کو جانچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پھر ان

صحیح ذرائع سے

جو خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ کام لیکر فیصلہ کرتا ہے وہ حسن ظنی سے بھی کام لیتا ہے۔ اور بلا وجہ شبہات سے بچنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ جبتک کوئی بات مجھ پر اچھی طرح واضح نہ ہو جائے میں اسے نہیں مانتا مثلاً اگر کوئی کہتا ہے کہ تمہاری بیوی نے ایسا کیا ہے۔ تو وہ کہے گا ہر ایک کی بیوی ایسا کر سکتی ہے۔ اگر تم ثابت کردو کہ میری بیوی نے ایسا کیا ہے تو میں مان لوں گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس کے بیٹے کے متعلق شکایت کرتا ہے۔ کہ اس نے چوری کی ہے۔ تو وہ کہے گا ہر ایک کا بیٹا ایسا کر سکتا ہے۔ بلکہ نبیوں کے بیٹے بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر تم ثابت کردو گے۔ کہ میرے بیٹے نے واقعی طور پر چوری کی ہے۔ تو میں اسے سزا دونگا غرض نہ تو وہ محبت میں اتنا آگے چلا جاتا ہے۔ کہ وہ اُسے حماقت کے گڑھے میں گرا دے۔ اور نہ وہ محض عقل سے کام لیتا ہے۔ کہ وہ وہم اور وسوسہ میں پڑکر جنون کی حد تک پہنچ جائے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جو

عقل اور محبت کے درمیان

توازن قائم نہیں رکھتا۔ یا تو وہ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ بھائیوں پر بدظنی کرنے لگ جاتے ہیں اور جب بعض اپنے بھائی کے متعلق کوئی بری بات سنتے ہیں۔ تو اُسے فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ عقل کی بات یہی ہے۔ کہ اُسے تسلیم کر لیا جائے۔ یا مثلاً ان میں سے کسی کا دوست کوئی الزام لگاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرے دوست نے یہ بات کہی ہے۔ اسلئے سچی ہے۔ حالانکہ وہ دوست جھوٹا ہوتا ہے۔ اور اتنا جھوٹا ہوتا ہے کہ ہم مان ہی نہیں سکتے۔ کہ اسے معلوم نہ ہو۔ کہ اس کا دوست جھوٹ بول رہا ہے لیکن چونکہ وہ دوست ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس کی بات مان لینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی کتنا بھی سچا ہو۔ وہ اس پر الزام لگائے جاتا ہے۔ گویا اس کے نزدیک

نیکی کا معیار

یہ ہوتا ہے کہ وہ آدمی اس کا دوست ہے۔ اور دشمنی کا معیار یہ ہوتا ہے۔ کہ دوسرا آدمی ناواقف ہے یا دوست نہیں ہے۔ گویا سچائی کا تعلق خدا تعالیٰ سے نہیں۔ اس کے رسول سے نہیں۔ بلکہ اس شخص سے ہے۔ حالانکہ اصل سچائی یہ ہے۔ کہ جتنا کوئی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے قریب ہوگا وہ سچا ہوگا لیکن اس کے نزدیک اصل سچائی یہ ہے کہ جتنا کوئی اس کے نزدیک ہوگا اتنا ہی وہ سچا ہوگا۔ اگر مسیلمہ کذاب بھی اس کے قریب ہے۔ تو وہ سچا ہے۔ اور اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے دور ہیں۔ تو وہ نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔

خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں روشنی ہے اس روشنی سے تم جتنے دور ہو گے۔ اتنے ہی اندھیرے میں جاؤ گے لیکن جس چیز کا تعلق روشنی سے نہیں اس سے دور جانے والے

روشنی سے دور

نہیں جائینگے۔ مثلاً اگر تم سورج سے اپنے آپ کو دور کر لیتے ہو۔ تو تم اندھیرے میں چلے جاؤ گے لیکن اگر باپ کی طرف پیٹھ کر لو گے تو روشنی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تمہیں ساری چیزیں نظر آتی رہیں گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ سورج ماں باپ کی طرح قابلِ ادب نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت رکھی ہے۔ کہ اس سے نور وابستہ ہے۔ اور یہ خاصیت ماں باپ میں نہیں پائی جاتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ماں باپ خواہ تم پر سختی کریں۔ تمہارے ساتھ بدسلوکی کریں تم انہیں اُف تک نہ کہو۔ پھر خدا تعالیٰ نے ہر جگہ ماں باپ کو توحید کے ساتھ رکھا ہے۔ گویا اس نے اُن کے وجود کو اپنے ساتھ ملایا ہے۔ مگر کلمہ میں اس نے اپنی توحید کے ساتھ رسول کو ملایا ہے۔ تو

تفصیلی احکامات

میں ہر جگہ توحید کے ساتھ ساتھ ماں باپ کا ذکر کیا ہے۔ غرض جو قدر ماں باپ کی ہے وہ سورج کی نہیں لیکن سورج میں خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے۔ کہ وہ روشنی دیتا ہے۔ اگر تم لحاف میں منہ کر لو۔ یا پردہ میں چلے جاؤ۔ تو تم اندھیرے میں چلے جاؤ گے لیکن ماں باپ میں یہ خاصیت نہیں پائی جاتی تم بے شک ان کی طرف پیٹھ کر لو تم کو ساری چیزیں نظر آتی رہیں گی پس ماں باپ کا مقام الگ ہے اور سورج کا مقام الگ ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ مقام ہے۔ کہ اس سے تم جتنا دور جاؤ گے اتنا ہی سچائی سے دور جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کو یہ مقام حاصل نہیں۔ اسی طرح دین کا مقام ہے۔

دین سچائیوں کا مجموعہ ہے

اور جو شخص سچائیوں کے مجموعہ سے دور ہوگا۔ وہ جھوٹ کی طرف چلا جائیگا۔ فرض کرو۔ قرآن کریم میں دس ہزار سچائیاں ہیں۔ اگر کوئی شخص ان دس ہزار سچائیوں میں سے پانچہزار سچائیوں کو مانتا ہے۔ تو سیدھی بات ہے۔ کہ وہ باقی پانچہزار سچائیوں کا منکر ہے۔ اسی طرح اگر وہ ¼ سچائیوں کو مانتا ہے۔ تو ساڑھے سات ہزار سچائیاں ایسی رہ جائینگی جن کا وہ منکر ہوگا۔ یا اگر وہ ½ سچائیوں کا قائل ہے تو ۹ ہزار سچائیاں باقی رہ جائیں گی جن کا وہ منکر ہوگا۔ لیکن ماں باپ یا کسی دوسرے رشتہ دار کو اس چیز کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ان سے خواہ تم کتنا دور رہو سچائی تمہارے ساتھ رہے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اگر کوئی بیٹا باپ کا مخالف ہو جائیگا تو چونکہ خدا تعالیٰ نے ماں باپ کا ادب کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے وہ ایک

سچائی کا منکر

ہوگا باقی سچائیاں اس کے ساتھ رہیں گی۔ پس یہ حماقت ہے کہ انسان محض محبت کا خیال رکھے اور عقل سے کام نہ لے کیونکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے۔ کہ محبت انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ ہمارے ملک میں ایک

قصہ مشہور ہے

کہ ایک لڑکے کو چوری کی عادت پڑ گئی تھی۔ ایک دفعہ جب وہ چوری کرنے کے لئے گیا تو اس نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ سے اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ یہ قانون تو نہیں لیکن رواج ہے کہ پھانسی دینے سے قبل مجرم سے کہا جاتا ہے کہ اگر اس کی کوئی خواہش ہو تو اس کا اظہار کر دے۔ اسی طرح اس لڑکے سے بھی کہا گیا کہ اگر تمہاری کوئی خواہش ہے تو بتا دو۔ تو اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں میری خواہش ہے کہ آخری بار اس سے ملاقات کروں چنانچہ اس کی ماں کو بلایا گیا۔ لڑکے نے کہا میں اپنی ماں کے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں مجھے اجازت دی جائے چنانچہ اُسے اجازت دیدی گئی لیکن جونہی ماں نے اپنا کان اُس کے منہ کے قریب کیا تو اُس نے اس کے کلّے پر زور سے دانت مارے اور گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ لیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کم بخت تجھے معلوم ہے کہ کل تجھے

پھانسی کی سزا

دے دی جائے گی۔ پھر تو نے آخری وقت میں اپنی ماں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ اس وقت تو خدا تعالیٰ کا کچھ خوف کیا ہوتا۔ اس لڑکے نے کہا میں نے کل اپنی ماں کے فعلوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا پائی ہے۔ میں بچپن میں اپنے ساتھیوں کو دِق کرنے کیلئے ان کی پنسلیں اور دواتیں اُٹھا لایا کرتا تھا۔ اور جب مالک ہمارے گھر آتا اور اس سے کہتا کہ تمہارے بیٹے نے میری فلاں فلاں چیز چرائی ہے وہ مجھے دیدو۔ تو یہ اُسے گالیاں دیتی اور کہتی۔ تم نے کیا میرے بیٹے کو چور سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ واپس چلا جاتا۔ اور وہ چیزیں میرے کام آتیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ مجھے چوری کی عادت پڑ گئی۔ اگر اسے پتہ لگ جاتا کہ کسی کی کوئی چیز میرے پاس موجود ہے تو بسا اوقات اُسے چھپاتی تا مالک معلوم نہ کر سکے کہ میں نے اس کا سامان چرایا ہے۔ اور اس طرح اس بری عادت میں میری مدد کرتی۔ پھر مدرسہ کی چوریوں سے بڑی چوریوں کی عادت پڑی۔ اور ایک چوری کے موقعہ پر میں نے ایک شخص کو مار دیا جس کی وجہ سے کل مجھے پھانسی کی سزا ملیگی۔ پس اس پھانسی کا موجب میری ماں ہے۔

غرض محبت یعنی غلط محبت بعض اوقات انسان کو پھانسی تک لے جاتی ہے۔ سمجھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ اپنے دوست یا

عزیز سے ہمدردی

کر رہا ہے لیکن وہ اُسے تباہ کر رہا ہوتا ہے۔ پس جہاں محبت انسان کو حماقت میں مبتلا کر دیتی ہے وہاں عقل انسان کو وہم میں مبتلا کر دیتی ہے اور کسی دوست یا رشتہ دار کے پاس اُس کا اُٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ بیوی مٹھائی لاتی ہے تو وہ سمجھتا ہے شاید اس نے اس میں زہر ملا دیا ہو۔ اور جب وہ محبت کو عقل کے ساتھ نہیں ملاتا تو عقل آوارہ ہو جاتی ہے۔ میں نے یہاں دیکھا ہے کہ لوگ عام طور پر بدظنی میں مبتلا ہیں۔ کارکن ماتحتوں کے معاملات میں ہمدردانہ غور نہیں کرتے اور یہ کوشش نہیں کرتے کہ وہ دوسرے سے معاملہ کرتے وقت حُسن ظنی سے کام لیں اور جب تک کوئی ثبوت نہ ملے اس کے خلاف

کوئی کاروائی نہ کریں۔ اسی طرح دوسرے لوگ ہیں۔ ہر ایک کو یہ خیال ہے کہ کارکن ان کے ساتھ بے ایمانی کرتے ہیں۔ لوگ آتے ہیں اور میرے پاس شکایات کرتے ہیں اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں ان کی شکایات سے متاثر ہو جاتا ہوں۔ لیکن اکثر دفعہ جب تحقیقات کی جاتی ہے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محض بدظنی سے کام لیا ہے ورنہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی حالانکہ

مومنوں کے آپس کے تعلقات

ایسے ہونے چاہئیں کہ کانّھم بنیان مرصوص گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ اگر تمہارے آپس کے تعلقات ایسے نہیں ہوں گے۔ تو تمہاری طاقت ضائع ہو جائے گی جب تم اپنے ساتھی پر بدظنی کرو گے تو تم دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ تمہارے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوگا کہ میرے ساتھی نے میرے ساتھ کونسی نیکی کی ہے۔ کہ میں اُس کے لئے قربانی کروں نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن کو موقعہ مل جائے گا اور وہ تمہیں ایک ایک کرکے مار دے گا۔ اور تبلیغ رک جائے گی کیونکہ جس شخص کو

بدظنی کی عادت

ہوتی ہے۔ وہ اُسے اپنے دوستوں میں بھی پھیلاتا ہے۔ اور اُنہیں کہتا ہے کہ فلاں بڑا بے ایمان ہے۔ اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ ان سے ہمدردی کر رہا ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ دوستوں سے دشمنوں کی طرف جاتا ہے۔ اور انہیں کہتا ہے فلاں بڑا بے ایمان ہے اور جب دشمن کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں پھٹ گئے ہیں اور اگر میں نے ان میں سے کسی کو مارا تو دوسرا اسے بچائے گا نہیں تو وہ سمجھتا ہے اب موقعہ ہے کہ میں ان پر حملہ کر دوں۔ پس اگرچہ عقل اور محبت اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں۔ لیکن بڑی چیز ان کے درمیان توازن قائم رکھنا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ تو محبت کر۔ لیکن ایک حد تک کر۔ کیونکہ جس سے تو محبت کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دن تمہارا دشمن ہو جائے۔ پھر فرماتے ہیں کہ تو دشمنی بھی کر لیکن ایک حد تک کر کیونکہ بہت ممکن ہے کہ جس سے تو دشمنی کر رہا ہے وہ تمہارا دوست بن جائے۔ محبت کا سب سے بڑا نمونہ میاں بیوی کا ہوتا ہے۔ لوگ شادیاں کرتے ہیں تو محبت سے ہی کرتے ہیں ایک دوسرے کو دشمن سمجھ کر نہیں کرتے۔ پھر دیئے ہوتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیتے ہیں۔ لیکن انہی شادیوں کے بعد بعض اوقات طلاق اور خلع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت کہاں جاتی ہیں وہ خوشیاں اور کہاں جاتے ہیں وہ دلیے۔ بسا اوقات خاوند بیویوں کو قتل کر دیتے ہیں اور بیویاں خاوندوں کو زہر دے دیتی ہیں لیکن کیا

شادی کے دن

بھی اس کا کوئی شائبہ نظر آتا ہے۔ کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو کتنی خوشیاں منائی جاتی ہیں کسی کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ بڑا ہو کر یہ بچہ خوشی کا موجب ہوگا بھی نہیں۔ ابوجہل جب پیدا ہوا تو کتنی خوشیاں منائی گئی ہوں گی۔ اگر پیدائش کے وقت یہ پتہ لگ جاتا کہ ابوجہل بڑا ہو کر خدا تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کرے گا تو والدین بجائے خوشی منانے کے اس کا گلا گھونٹ دیتے۔ فرعون جب پیدا ہوا تو ماں باپ نے کتنی خوشیاں منائی ہوں گی لیکن کسی کو کیا پتہ تھا کہ وہ بڑا ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرے گا۔ اگر پیدائش کے وقت یہ پتہ لگ جاتا کہ فرعون بڑا ہو کر خدا تعالیٰ کے ایک نبی کا مقابلہ کرے گا۔ تو والدین شاید اس کا گلا گھونٹ دیتے اسی طرح

نمرود اور شداد

جب پیدا ہوئے تو کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ بڑے ہو کر کیا بنیں گے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک حد کے اندر دوستی کرو۔ اگر تم اس دوستی کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے الگ ہو جاتے ہو تو یہ دوستی کسی کام کی نہیں۔ اسی طرح فرمایا۔ اگر تم دشمنی کرتے ہو تو ایک حد تک کرو اور عقل سے کرو۔ کیونکہ اگر تم دشمنی کو انتہا تک پہنچا دو گے تو ہو سکتا ہے جس سے تم دشمنی کر رہے ہو وہ تمہارا دوست بن جائے۔ اگر تم اس کے خلاف ہر جگہ پروپیگنڈا کرتے پھرو گے تو وقت آنے پر وہ تمہارا ممد و معاون نہیں بن سکیگا۔ اسکی صداقت تمہیں کچھ فائدہ نہیں دیگی۔ تم نے خود ہی اسکے خلاف پروپیگنڈا کر کے اسکے رعب کو کم کر دیا ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ کا غضب الگ ہوگا کہ تم نے ایک شخص سے ناجائز حد تک دشمنی کی۔ پس تم ہمیشہ اپنے کاموں کے اندر

محبت اور عقل کا توازن

قائم رکھو اگر تم عقل میں حد سے آگے گذر جاؤ گے تو تم وہم میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اگر محبت میں انتہا کو پہنچ جاؤ گے تو وہ حماقت بن جائیگی اور یہ دونوں باتیں بری ہیں؟

جلسہ یوم خلافت قادیان منعقدہ

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی رپورٹر اخبار بدر

بعض وجوہات کی بناء پر قادیان میں جلسہ یوم خلافت بجائے ۱۴ مارچ کے ۱۶ مارچ کو کیا جانا قرار پایا۔ چنانچہ ۱۶ مارچ بروز اتوار بعد نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی یہ جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد صدر محترم نے افتتاحی تقریر میں نظام جسمانی و نظام روحانی کی باہمی مماثلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے جلسہ میں روحانی نظام کی صرف ایک کڑی یعنی خلافت کے متعلق تقاریر ہونگی اور بتایا جائے گا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ہماری جسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ روحانی ضرورتوں کو بھی پورا کیا ہے۔

سب سے پہلے مولوی محمد صادق صاحب ناقد نے برکاتِ خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ ازاں بعد صدر محترم نے آیت استخلاف سے خلافت کی برکات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے مضمون کو واضح فرمایا۔ اسکے بعد مولوی عمر علی صاحب بنگالی نے خلافتِ ثانیہ کے دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کے عنوان پر تقریر کی اور بتایا کہ ہر چیز کی ترقی کی حالت پر نظر کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اُس کی ابتدائی حالت کیساتھ مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو خزانے میں سوائے چند آنوں کے کچھ نہ تھا۔ مگر اب خدا کے فضل سے لاکھوں روپیہ کے سالانہ بجٹ بنائے جاتے ہیں تبلیغی لحاظ سے سوائے لندن مشن کے بیرون ہند میں کہیں مشن قائم نہ تھا۔ مگر اب بفضلہ تعالیٰ احمدیت زمین کے کناروں تک پھیل چکی ہے اور اس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی عبدالحق صاحب نے بعنوان "خلافت ثانیہ کے زیر سایہ عورت کی اصلاح" تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح ۱۹۲۲ء میں حضور نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا اور عورتوں کی اصلاح اور تربیت کیلئے خاص پروگرام بنایا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہی انہیں اپنے نونہالوں کی صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق تربیت کرنے کی تاکید فرمائی نہ صرف یہ بلکہ انکی تعلیم کے لئے سکول اور کالج کھولدیئے اس طرح پردہ علمی اور روحانی لحاظ سے مردوں کے دوش بدوش خدمت دین میں برابر حصہ لے رہی ہیں۔ بعدہٗ مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل نے پیغامی فتنہ اور خلافت ثانیہ کا قیام شرح و بسط سے بیان فرمایا اور اُن تمام کارروائیوں کو طشت از بام کیا جو اہل پیغام زمانہ مسیح موعود اور خلافتِ اولیٰ سے ہی شروع کر چکے تھے۔ اور بتایا کہ خدا تعالیٰ نے اس اولوالعزم خلیفہ کے ذریعہ کس طرح ان تمام فتنوں کا قلع قمع کر دیا اور صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق خلافت کو قائم کیا۔ مولوی صاحب مکرم کی تقریر کے بعد مولوی خورشید احمد صاحب نے "ہجرت اور اُس کے نتیجہ میں برکات" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ سنت انبیاء کے مطابق ضروری تھا کہ جماعت احمدیہ اور اُس کے امام کو بھی ہجرت کرنی پڑے۔ اور اس کے ساتھ احادیث کی پیشگوئی پوری ہو چنانچہ ہمارے پیارے امام خدا کے برحق خلیفہ کے زمانہ میں یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ مگر اس کے ساتھ خدا نے جماعت کی ترقی کے اور بھی وسیع سامان کر دیئے۔ چنانچہ قادیان کے قیام کے عرصہ میں اس قدر غیر ممالک سے تعلیم پانیوالے احمدی مرکز احمدیت میں نہیں آئے جو اب دارالہجرت میں آرہے ہیں۔ اور یہ سب خلافت حقہ کے نتیجہ میں ہیں۔ بعدہٗ مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل نے "اسلام کا نظام خلافت اور یہ کہ کوئی خلیفہ برحق معزول نہیں ہو سکتا" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے دنیا کی موجودہ تین قسم کے نظام حکومت۔ بادشاہت ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریت کے طرز حکومت کی تشریح کی اور بتایا کہ اسلام ان تینوں قسم کی حکومتوں کے بین بین ایک نظام خلافت پیش کرتا ہے جو نہ تو دنیوی بادشاہوں کی طرح اپنی پارلیمنٹ کے ماتحت ہوتا ہے اور نہ ہی صدر جمہوریہ کی طرح ایک میعاد مقررہ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور نہ ہی ڈکٹیٹروں کی طرح مطلق العنان ہوتا ہے۔ اگرچہ اسلام کا خلیفہ مسلمانوں کا اپنا منتخب کردہ ہوتا ہے لیکن اُس کے انتخاب ہو چکنے کے بعد اُس کے مسند خلافت سے عزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اُسے تو خدا کی مخفی قدرت نے اپنے ہاتھ سے خود اس مقام پر کھڑا کیا ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں اسکے عزل کی

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر ملاحظہ ہو)

حضرت اقدس علیہ السلام کے ایک الہام کی تاریخ کی تعین

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نے اپنی تصنیف کتب اصحاب احمد جلد دوم میں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات کے ضمن میں حضرت اقدس علیہ السلام کے الہام "لا اُبقی لک فی المخزیات ذکراً" کی تاریخ کی جو تعیین فرمائی ہے اس کا متعلقہ حصہ احباب کے فائدہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

۸ر فروری ۱۹۰۸ء بروز ہفتہ | آج بھی نماز صبح میں شریک نہ ہو سکا۔ بعد نماز صبح بچوں کو پڑھایا۔ آج کھانسی بہت چھڑی اور بعد کھانسی

سینہ دکھنے لگا۔ آج تمام دن سینہ دکھتا رہا۔ حضرت مولانا نے دوائی دی۔ نماز ظہر و عصر کی جماعت x شریک نہ ہو سکا۔ آج حضرت اقدس کو مندرجہ ذیل الہام ہوا لم یبق لک فی المخزیات ذکراً آج ڈاک کے داون x کام کا اندیشہ ہوا۔ باقی امور معمولی۔[1]

---

[1] (الف) نشان x پر عبارت ٹوٹتی ہے۔ یہاں نقل مطابق اصل کی گئی ہے۔ نیز اس فائدہ کی خاطر جس کا ذکر آگے آتا ہے اس روز کی ساری ڈائری نقل کی گئی ہے

(ب) ڈائری میں مرقوم الہام اور اس سے ملتے جلتے الہام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) "خدا نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گذر رہا ہے۔ جیسا کہ عربی میں وحی الٰہی یہ ہے۔ قرب اجلک المقدر ولا نبقی لک من المخزیات ذکراً ....

اسی بنا پر اس نے مجھے توفیق دی کہ پنجم حصہ براہین احمدیہ شائع کیا جائے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷ حاشیہ) یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں تصنیف ہوئی اور بدر جلد ا ص۳۸ میں الہام ۲۴ر نومبر ۱۹۰۵ء میں مرقوم ہے۔

(۲) بدر جلد ا ص۳۸ و الحکم جلد ۹ ص۳۳ میں اوپر کے الہام کے ساتھ قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئاً بھی درج ہے۔ اور تاریخ الہام ۲۹ر دسمبر ۱۹۰۵ء مرقوم ہے۔

(۳) حوالہ مذکورہ میں ۷ر دسمبر ۱۹۰۵ء میں ان ص۱ و ص۲ کے الہامات کے بعد و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین بھی مرقوم ہے۔

(۴) جولائی ۱۹۰۶ء میں ذیل کے الہامات ہوئے:۔ "قرب اجلک المقدر۔ ان ذا العرش یدعوک ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔ قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئاً (حقیقۃ الوحی ص۱۰۱)

(۵) ۸ر ستمبر ۱۹۰۶ء کا الہام ہے:۔ رب لا تبق لی من المخزیات ذکرا (بدر جلد ۲ ص۳۷)

(۶) حضرت نواب صاحب بعض اوقات حضرت اقدسؑ کے الہامات و رؤیا اپنی ڈائری میں قلمبند کرتے ہیں۔ چونکہ ڈائری کی پرائیویٹ حیثیت تھی اور اس خاطر تحریر نہیں کی جاتی تھی کہ کبھی طبع کی جائے گی۔ اس لئے آپ مجالس یا سیر میں الہامات وغیرہ کو نوٹ کر کے نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ اخبارات کی خاطر ایڈیٹر صاحبان کرتے تھے۔ اس لئے بعض اوقات نواب صاحب کے محررہ الہامات و رؤیا میں بعض خامیاں رہ جاتی ہیں۔ لیکن ایک نادر فائدہ بھی ہوا ہے کہ بعض الہامات کی تاریخ نزول کی تعیین اس ڈائری سے ہو گئی ہے۔ اور یہ تعیین کسی اور جگہ سے نہ ہو سکتی تھی۔ اس فائدہ کے بالمقابل معمولی خامی قابل اعتنا نہیں۔ آج کی ڈائری والے الہام میں دو خامیاں ہیں۔ لیکن تذکرہ میں یہی الہام مواہب الرحمٰن ص۱ سے نقل ہوا ہے اور محض نقل میں ایک خامی رہ گئی ہے۔ یعنی فی کی بجائے من نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے ساتھ ہی ایک اور الہام درج ہے۔ لیکن وہ تذکرہ میں کسی جگہ نقل نہیں کیا گیا یعنی یعصمک اللّٰہ من عندہٖ وھو الولی الرحمٰن۔

نواب صاحب بسا اوقات ڈائری نویسی کے اوقات بھی ڈائری میں درج کر دیتے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی روز یا اگلے روز ڈائری تحریر کرتے تھے۔ اس لئے ڈائری میں مندرجہ تاریخ ہر طرح قابل یقین ہے۔ چونکہ مواہب الرحمٰن کی تصنیف ۱۹۰۳ء میں ہوئی اور ۱۴ر جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی اس لئے اس الہام کی تاریخ اس کتاب سے منقول دیگر تمام الہامات کی طرح تذکرہ میں ۱۴ر جنوری ۱۹۰۳ء سے قبل مرقوم ہے۔

ایک اندرونی شہادت سے بھی نواب صاحب کی ڈائری میں مندرجہ تاریخ کی صحت پر روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ کہ کشتی نوح پڑھ کر مصر کے اخبار اللواء کے ایڈیٹر نے اعتراض کیا کہ طاعون کے ٹیکہ کا ترک کرنا توکل کے مفہوم کے منافی ہے۔ اس ظاہری اسباب کی رعایت ضروری امر ہے! اس کے جواب میں مختلف لطیف امور بیان کرتے ہوئے حضورؑ ٹیکہ سے رُکنے کی وجہ الہام الٰہی قرار دیتے ہیں۔ اس عبارت کا ایک حصہ یہ ہے:۔

"وانّی بُشّرتُ فی ھذہ الایام من ربی الوھاب فاٰمنت بوعدہ و رضیت بترک الاسباب وما کان لی ان اعصی ربّی او اشک فیما اوحیٰ ولا اُبالی قول الاعداء فان الارض لا تفعل شیئاً الا ما فُعل فی السماء۔ وان معی ربی فما کان لی ان افکر فکرا وانہ بشرنی وقال لا اُبقی لک فی المخزیات ذکرا۔ وقال یعصمک اللّٰہ من عندہ وھو الولی الرحمٰن۔ وان یعز حسنٌ الی سواد فیترائ الحُسنان ھذا ربنا المستعان فکیف نخاف بعدہ اھل العُدوان۔ فلا تعیر نی علیٰ ترک التطعیم وان ربی بکل خلق علیم۔" (ص۱۶ و ۱۷)

ترجمہ۔ اور مجھے ان ایام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملی۔ پس میں اس کے وعدہ پر ایمان لایا۔ اور ترک اسباب پر راضی ہوا اور میرے لئے کیونکر مناسب ہے کہ اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ یا اس کی وحی میں شک کروں اور میں دشمنوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ زمین کچھ نہیں کر سکتی۔ مگر وہی جو آسمان پر قرار پاتا ہے اور میرے ساتھ میرا رب ہے اسلئے میرے لئے مناسب نہیں کہ کچھ فکر کروں اور اس نے مجھے بشارت دی اور فرمایا لا اُبقی لک فی المخزیات ذکراً اور فرمایا یعصمک اللّٰہ من عندہ وھو الولی الرحمٰن۔ اور اگر ایک حسن سیاہی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس کی بجائے دو حسن ظاہر ہونگے یہی ہمارا رب ہے کہ جس سے ہم استعانت کرتے ہیں۔ پس اس کے بعد ہم دشمنوں سے کس طرح خائف ہو سکتے ہیں؟ سو ٹیکہ لگوانے کو ترک کرنے پر مجھے سرزنش نہ کرو کیونکہ میرا رب ہر ایک پیدائش کو جانتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کشتی نوح کی تصنیف میں جو حضور نے ٹیکہ لگوانے سے جماعت احمدیہ کو منع کیا اس کی وجہ الہامات لا اُبقی لک فی المخزیات ذکراً اور یعصمک اللّٰہ من عندہ وھو الولی الرحمٰن تھے۔ اور انی بشرت فی ھذہ الایام سے ایام تصنیف مواہب الرحمٰن یا قریب تصنیف مواہب الرحمٰن مراد نہیں بلکہ شدت طاعون کے ایام مراد ہیں۔ جیسا کہ منقولہ عبارت کا آخری حصہ اور اس سے قبل کی عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کشتی نوح جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بصورت کتاب شائع ہوئی کس وقت تصنیف ہوئی تھی۔ الحکم بابت ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۲ء میں زیر عنوان "دار الامان کا ہفتہ" مرقوم ہے۔ "حضرت اقدسؑ نے کشتی نوح یا تقویۃ الایمان کے نام سے عجیب و غریب اشتہار شائع کیا ہے جو اگلی اشاعت میں پورا درج کیا جاوے گا۔" (ص۱۶) اور ۱۰ر ستمبر کے پرچہ میں اس عنوان کے تحت مرقوم ہے:۔

"حضرت حجۃ اللہ نے ٹیکہ طاعون کے متعلق ایک زبردست اشتہار لکھا ہے۔" (ص۱۶)

بعض بیرونی شواہد بھی اس عرصہ کی تعیین میں ممد ہیں مثلاً اشتہار الطاعون جو عربی میں مع فارسی و اردو کے ترجمہ کے حضرت اقدسؑ نے ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۱ء کو شائع فرمایا اس میں طاعون سے حفاظت کے طریقے انابت الی اللہ وغیرہ کا ذکر ہے لیکن کشتی نوح کی طرح ٹیکے کی ممانعت کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابھی مذکورہ بالا الہامات نہیں ہوئے تھے۔

ایک خارجی شاہد حضرت اقدسؑ کا مکتوب بھی ہے۔ جو حضورؑ نے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو ۳۰ر اپریل ۱۹۰۲ء کو تحریر فرمایا۔

اس میں فرماتے ہیں:۔

"میں نے ابھی آپ کے لئے دعا کی ہے سخت امتحان کے دن ہیں۔ آپ بھی توجہ سے توبہ استغفار کرتے رہیں۔ بہت دعا کرتے رہیں۔ ہماری جماعت کے لئے ایک خاص رعایت ہوئی مگر نہ معلوم رت

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند سوالات کے جواب

ایک صاحب نے چار سوالات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور بھیجے ہیں۔ وہ سوال اور حضور ایدہ اللہ کی طرف سے ان کے جواب درج ذیل کئے جاتے ہیں

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
آپ کا خط ملا۔ میری طبیعت ان دنوں نسبتاً اچھی ہے۔ آپ کے خط سے یہ معلوم کرکے کہ آپ کو مذہب سے دلچسپی ہے خوشی ہوئی۔ ایسے لمبے سوالوں کا جواب تو زبانی اچھا رہتا ہے۔ کبھی تشریف لایئے اور زبانی بات کیجئے۔ سردست آپ نے خط لکھا ہے تو مختصر جواب تحریر ہے۔

سوال نمبر ۱:۔ کارلائل لکھتا ہے قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی طرح آنحضرتؐ کے لائق دماغ کا نچوڑ ہے۔ یہ الہامی کتاب نہیں اور نہ ہی آسمان سے بھیجی گئی ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ کارلائل کا خیال قرآن کریم کے بارہ میں کینہ پر مبنی ہے۔ وہ خود مانتا ہے کہ قرآن ایک لائق دماغ کا نچوڑ ہے مگر اس لائق دماغ کے نچوڑ میں یہ لکھا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے ایسے لائق دماغ کو اس جھوٹ کی کیا ضرورت تھی کہ اپنی کتاب کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا۔

سوال نمبر ۲:۔ قرآن کریم میں قصے کہانیاں درج ہیں وہی توریت انجیل میں بھی موجود ہیں اور دیگر کتابیں قرآن شریف سے پہلے دنیا میں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں وہی قصے کہانیاں انہی کتابوں سے حاصل کی گئی ہیں اور اسے الہامی کتاب نہیں کہا جا سکتا۔

جواب نمبر ۲:۔ اگر کارلائل نے یہ لکھا ہے کہ جو واقعات قرآن کریم میں ہیں وہی بائیبل میں ہیں تو غالباً اس نے قرآن کریم نہیں پڑھا ان میں بہت فرق ہے ایک مثال لے لیں۔ قرآن کریم نے لکھا ہے کہ فرعون موسیٰؑ کی لاش سلامت رکھی گئی۔ بائیبل اس کا ذکر تک نہیں کرتی۔ فرعون موسیٰ کی لاش اب دستیاب ہو چکی ہے۔ فرعون کے زمانہ کی کتاب کا نقص اور دو ہزار سال بعد والی بات کی صحت بتاتی ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس میں بائیبل کے واقعات صرف دہرائے نہیں گئے بلکہ ان کی غلطی بتائی گئی ہے۔ تو صرف یہی مثال سمجھنے کے لحاظ سے ایک جواب کافی ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ قرآن شریف میں ایک ایک لفظ کو سینکڑوں بار دہرایا گیا ہے۔ کیا اس الہامی کتاب کے پاس الفاظ کی کمی تھی کہ ایک ہی لفظ کی بار بار تکرار کی گئی ہے اور اس طرح اس کتاب کو خوبصورت الفاظ سے مزین نہیں کیا گیا۔

جواب نمبر ۳:۔ قرآن میں ایک لفظ کو سینکڑوں دفعہ دہرایا گیا ہے۔ اول اس اعتراض میں مبالغہ ہے۔ دوم یہ اعتراض تو لغت پر ہے نہ کہ قرآن پر۔ اگر ایک معنے کو لغت میں ایک ہی لفظ سے ادا کیا جاتا ہے تو کیا قرآن نیا لفظ ایجاد کرتا اور پھر عرب اسے سمجھتے کس طرح؟ یہ اعتراض اگر کارلائل نے کیا ہے تو خود اس کے ادیب ہونے پر سخت حرف آتا ہے اس نے بھی تو اپنی کتب میں ایک ایک لفظ کو بار بار دہرایا ہے اور ہر ادیب ایسا کرتا ہے

سوال نمبر ۴:۔ عیسائی کہتے ہیں کہ جنت حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ سے ملے گی اور مسلمان کہتے ہیں کہ صرف مسلمان ہی جنت الفردوس کے مالک ہونگے اور دوسرے کافروں کے لئے دوزخ کے دروازے کھولے جائیں گے کیا آپ یہ بات واضح کر سکتے ہیں کہ جنت اچھے اعمال کا نام ہے اور یا کہ یہ مذہب اسلام کے پیروکاران کے لئے وقف کر دی گئی ہے قرآن شریف خود کہتا ہے کہ نیکوکاروں کے لئے جنت ہوگی (خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں) یعنی بیشک مسلمان نہ ہوں اور بدکردار مسلمانوں کو دوزخ میں جھونکا بھی جا سکتا ہے۔

جواب نمبر ۴:۔ یہ درست ہے کہ ہر مذہب والا کہتا ہے کہ اس کا ماننے والا جنت میں جائیگا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جنت کا تعلق مذہب کے لفظ سے ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم ایسی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے جنت نصیب ہو سکتی ہے پس سوال یہ رہ جائیگا کہ وہ کونسا مذہب ہے جس کی تعلیم سے جنت مل سکتی ہے میں ایک مثال دیتا ہوں مسیحیت کہتی ہے کہ اگر کوئی تیرے گال پر تھپیڑ مارے تو دوسرا بھی پھیر دے تیری چادر مانگے تو اسے کرتہ بھی اتار دے۔ تجھ کو ایک میل لیجانا چاہے تو دو میل جا۔ کیا اس سے اگلے جہان میں نہ الگ رہا اس جہان میں بھی جنت مل سکتی ہے آپ ایک میل پر اپنے گھر میں سامان لے جاتے ہیں۔ ایک مزدور زبردستی پکڑ لیتے ہیں۔ مسیحیت کہتی ہے اسے مزدور پکڑ اٹھا اور مقابلہ نہ کر مگر جب اس کا گھر آ جائے تو وہاں ٹھہر نہیں بلکہ ایک میل آگے چلا جا۔ اس سے کسی کو جنت ملی؟ آپ کو ایک میل پھر اسباب خود اٹھا کر واپس لانا پڑے گا اور مزدور کو ایک میل زائد بوجھ اٹھانا پڑے گا اس طرح دونوں کو دوزخ ملی اسلام کہتا ہے کہ جو تجھ سے بدی کرے تو اس کا مقابلہ کر اگر اس مقابلہ سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور معاف کر دے اگر معاف کرنے سے اس کی اصلاح ہوتی ہو دیکھئے اس میں دونوں کی جنت ہے۔ سزا دینے یا معاف کرنے والے کی اس لئے کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ایک نیک کام کرتا ہے۔ دوسرے کی اس لئے کہ اس سے وہ سلوک ہوتا ہے جس میں اس کا اور باقی دنیا کا بھلا ہے۔ پس ہم یہ نہ دیکھیں گے کہ اسلام کا کیا دعویٰ ہے اور مسیحیت کا کیا۔ بلکہ یہ دیکھیں گے کہ بات کس کی سچی ہے ہمارے نزدیک بات اسلام کی سچی معلوم ہوتی ہے پس جنت اسلام میں ہے مسلمان کہلانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی جنتی تعلیم کی وجہ سے۔

(پرائیویٹ سیکرٹری)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سفر سندھ سے بخیریت واپسی

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مورخہ ۲۶؍مارچ کو بخیر وعافیت مع قافلہ سفر سندھ سے ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

سندھ میں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے علاوہ سلسلہ کی اراضی وغیرہ کے معائنہ اور اس کے متعلق ضروری ہدایات دینے کے حیدر آباد (سندھ) میں تھیوسافیکل ہال میں سوا گھنٹہ تک "اتحاد المسلمین" کے موضوع پر لیکچر فرمایا۔ نیز ایک پریس کانفرنس میں بھی تقریر فرمائی۔

حضور اقدس ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ احباب حضور کی صحت وعافیت و درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

بقیہ از صفحہ ۸: کہ کسی حد تک بعض کا بطور شہادت فوت ہونا ممکن مگر تشویش کامل تباہی خانگی سے محفوظ رہیگی کم ابتلاء ہوگا۔ توبہ کیلئے ہر ایک پر زور دیں۔ اب وقت ہے آئندہ جاڑا خطرناک ہے۔" (مکتوب احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم مکتوب نمبر $\frac{143}{2}$)

اس مکتوب سے قبل نازل شدہ جن الہامات سے جماعت کے لئے خاص عافیت کا علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں (الف) ہفتہ مختتمہ ۷؍اگست ۱۹۰۱ء میں ایام غضب اللہ۔ غضبت غضباً شدیداً۔ انی منجی اھل السعادۃ۔ انی انجی الصادقین (الحکم بابت ۱۹۰۱ء)

(ب) لولا الاکرام لھلک المقام۔ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد (دیباچہ ۳۱)

لیکن غور کیا جائے تو حضرت منشی عبد اللہ صاحب سنوری والے مکتوب میں جس الہام کی بنا پر عافیت کا مفہوم نکلتا ہے "ان میں کم ابتلاء ہوگا" کے الفاظ مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام منشی عبد اللہ صاحب سنوریؓ مطبوعہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۲ء میں موجود نہیں ہیں نیز الہامات ۱، ۲ وغیرہ مذکورہ بالا سے نہیں نکل سکتا۔ ان آخری الہامات میں تمام اہل سعادت اور صادقین کی نجات اور قادیان کی بربادی سے حفاظت اور جدا قادیان طاعون کے اختتام پذیر ہونے کا ذکر ہے نہ کہ جو حضور نے تحریر فرمایا کہ "ہماری جماعت کے لئے ایک خاص عافیت ہوئی گو معلوم رہے کہ کسی حد تک بعض کا بطور شہادت فوت ہونا ممکن۔ مگر تشویش کامل۔ تباہی خانگی سے محفوظ رہیگی کم ابتلاء ہوگا" یہ مفہوم صرف لا ابقی لك فی المخزیات ذکراً سے نکلتا ہے یعنی اگر بعض احمدی طاعون سے بطور شہادت فوت ہوں اور مخالف ایسی وفاتوں کو مخزیات کے رنگ میں بیان کریں لیکن اللہ تعالیٰ ان مخزیات کا نام و نشان باقی نہ رکھے نیز احمدیوں کی طاعون سے وفات تشویش کامل اور خانگی تباہی کے رنگ میں نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ شواہد کی رو سے لا ابقی لك فی المخزیات ذکراً کا الہام تصنیف کشتی نوحؑ (۱۰؍ستمبر ۱۹۰۲ء) سے قبل ہوا تھا۔ اور اس کی تاریخ نزول ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء اور ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء کے درمیانی عرصہ میں قرار پاتی ہے جس سے نواب صاحبؓ کی ڈائری میں مندرجہ تاریخ ۸؍فروری ۱۹۰۲ء کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اس الہام کی تاریخ نزول کی تعیین صرف اور صرف اسی ڈائری سے ہوتی ہے۔

استبقوا الخیرات

تبلیغ کیلئے مالی قربانی کا مطالبہ

احباب کرام جیسا کہ اگرم سزا سے نوائے ہر طرح ڈھالا جا سکتا ہے۔ اباییان ہند کی توجہ مذہب کی طرف روز سے مضاف ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ نظارت دعوۃ و تبلیغ کے پاس کافی روپیہ ہو جس سے لٹریچر کی طباعت و ترسیل کی جا سکے۔ بطور مثال اور دوسروں کو تحریک کی خاطر ذکر کرتا ہوں کہ کلکتہ کی جماعت بھی ان چند جماعتوں میں سے ہے جو ہر مرکزی تحریک پر خاص طور پر لبیک کہتی ہے۔ اور ان میں خدمت دین کا جذبہ موجود ہے چنانچہ توقف کے بعد جب پہلی بار ۱۹۴۹ء میں ہندوستان کے احباب کو جلسہ سالانہ پر آنے کا موقعہ ملا تو ان کے بہت سے افراد قادیان آئے بلکہ اس وقت سے ہر جلسہ میں شامل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بزبان انگریزی شائع کرنے کی ضرورت تھی تو خاکسار کے لکھنے پر جب مکرم مولوی محمد سلیم صاحب نے تحریک کی تو مکرم میاں محمد حسین صاحب کلکتہ نے اپنی اہلیہ مرحومہ محترمہ الٰہی نور صاحبہ کی طرف سے چھ صد روپیہ کی گرانقدر رقم اس کار خیر کے لئے عنایت فرمائی۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء (یہ کتاب زیر طبع ہے)

اور بھی بہت سے احباب نے سرگرمی سے چندہ نشر و اشاعت میں شمولیت کی ہے ان کے اسماء بھی درج ذیل ہیں:-

نمبر شمار	مخلص	رقم وعدہ ماہوار	اس وقت تک کل ادائیگی
۱	مکرم مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر مقامی قادیان	بالمقطع	۱۰
۲	منور خاں صاحب صالح نگر یو۔پی	،	۱۰
۳	مکرم سیٹھ محمد اعظم صاحب چنتہ کنٹہ	ماہوار ۵۰ روپے	۳۰۰
۴	مکرم حاجی بشیر احمد صاحب بھوپورہ	۵	۵
۵	مکرم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ	۵	۲
۶	مکرم ڈاکٹر محمد سعید صاحب جے پور	.	۱۰
۷	مکرم ڈاکٹر منصور احمد صاحب مظفر پور	۱۶	۱۶
۸	مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیر	۵	۵
۹	حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب	۱۰	۲۰
۱۰	ایس عابد صاحب کینانور	۵	۵
۱۱	مکرم ایس امیر علی صاحب مدراس	۵	۱۰
۱۲	مکرم پی محمد یوسف صاحب جموں	۱ — ۴	۲ — ۸
۱۳	مکرم سید ارشد علی صاحب لکھنؤ	۲۵	۲۵
۱۴	مکرم شمس الدین صاحب کاکاتہ	—	۱۰
۱۵	مکرمہ اہلیہ صاحبہ ناصر الدین صاحب کیرنگ	-	۱
۱۶	مکرم سید نور الحق صاحب دھرم نگر		۱
۱۷	مکرم عبد السبحان صاحب رائچور		۱۲

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل دوستوں کی طرف سے دفتر میں وعدہ جات تو وصول ہوئے ہیں لیکن ان کی طرف سے ابھی تک کوئی رقم ادا نہیں ہوئی۔ یقین ہے کہ وہ بھی ادائیگی فرما دیں گے۔

نمبر شمار	مخلص	رقم وعدہ ماہوار	اس وقت تک کل ادائیگی
۱	مکرم بدر الدین صاحب عامل درویش قادیان	۱	-
۲	مکرم غلام رسول صاحب چیمہ 〃	۵	—
۳	مکرم قریشی محمد یونس صاحب بریلی	۵	.
۴	مکرم اسرار احمد صاحب رانچی	۵	
۵	پریذیڈنٹ صاحب وینگورلا	۲	
۶	مکرم شیخ قاسم داؤد صاحب باندہ	۱۲	
۷	〃 عبد القادر صاحب 〃	۲	
۸	〃 احمد خاں صاحب 〃	۱۲	

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

حفاظت خانہ کعبہ کا عظیم الشان واقعہ

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے حضور کے دادا عبد المطلب کے زمانہ میں یمن کا علاقہ شاہ حبش کے ماتحت تھا اس زمانہ میں شاہ حبش کی جانب سے ابرہۃ الاشرم یمن کا صوبہ دار تھا۔ اس نے یمن میں ایک کعبہ تیار کیا اور اہل عرب کو ترغیب دی کہ بجائے کعبہ کے اس یمن کے مندر کا حج کیا کریں لیکن اس کو اپنی اس تحریک میں کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ ایک عرب نے موقعہ پا کر اس مندر میں اس کی تذلیل کے لیے پاخانہ پھر دیا۔ ابرہہ نے جوش انتقام میں مکہ پر چڑھائی کی اور اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو مسمار کر دوں گا۔ اسکی فوج میں ہاتھی بھی تھے۔ اسلئے مکہ والوں نے اس فوج کا نام اصحاب الفیل اور اس سال کا نام عام الفیل رکھا۔ مکہ کے قریب پہنچ کر جب ابرہہ نے قیام کیا۔ تو قریش مکہ اس فوج کے آنے کی خبر سنکر خوف زدہ ہو گئے کیونکہ ان میں اس فوج کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ سب نے مل کر سردار قریش یعنی عبد المطلب سے استدعا کی کہ آپ ابرہہ کے پاس جائیں اور کوئی صورت بہتری کی نکالیں۔ چنانچہ عبد المطلب ابرہہ کے پاس پہنچے۔ اس نے جب انکی شریف و وجیہ صورت دیکھی اور ان کی نجابت اور سرداری کا حال سنا۔ تو بہت متاثر ہوا۔ اور عزت کے مقام پر بٹھایا اور آنے کا مقصد دریافت کیا۔ عبد المطلب نے کہا کہ آپ کے لشکر نے میرے چالیس اونٹ پکڑ لئے ہیں وہ مجھے دلوائے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ میں تو آپ کو عقلمند اور ذی ہوش شخص سمجھتا تھا لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ آپکو معلوم ہے کہ میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے آیا ہوں تم نے اپنے اونٹ لینے کی کوشش کی لیکن خانہ کعبہ کے بچانے کی کوئی تدبیر نہ کی۔ عبد المطلب نے فوراً برجستہ جواب دیا انا رب الابل وللبیت رب یمنعہ (یعنی میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں مگر اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کریگا) ابرہہ اس جواب کو سنکر برہم ہوا۔ اور اس نے کہا اچھا میں دیکھونگا کہ رب البیت مجھ کو کس طرح روکتا اور کعبہ کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں تباہی آئی اور وہ سب کعصف ماکول ہو گئے۔ ابرہہ اور اسکے لشکر کا عبد المطلب کے اس جواب کے بعد اس طرح تباہ و برباد ہونا ملک عرب کیلئے ایک عظیم الشان واقعہ تھا جس نے سب کے دلوں میں الیسی ہیبت قائم کر دی تھی۔ اور اکثر لوگوں کو ظلم و ستم اور قتل و غارت میں تامل ہونے لگا سچ ہے جب حقیقی آسمان کا مالک خدا کسی کو بچانے اور محفوظ رکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو تمام دنیا مل کر بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی ~

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

خاکسار محمود احمد عارف قادیان

تحریک جدید

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللّٰہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-
"یہ تحریک (تحریک جدید) صرف اس شخص کے لئے ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے قربانی کرنا اپنے لئے برکت اور فضل سمجھتا ہے جو سب کچھ دینے کے باوجود یہ یقین رکھتا ہے کہ اُس نے خدا اور اُس کے دین پر احسان نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے اس پر احسان کیا ہے کہ اُس نے اسے خدمت کی توفیق دی"۔

نیز فرمایا۔ "تمام لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق تحریک جدید میں حصہ لیں اسی حکمت کے ماتحت دفتر دوم قائم کیا گیا ہے جس میں ہر وقت انسان شامل ہو سکتا ہے لیکن اس ارادہ کے ساتھ کہ وہ اپنا قدم اب پیچھے نہیں ہٹائے گا گویا یہ بھی ایک قسم کا وقف ہے جس میں ہر شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میری جان اور میرا مال اسلام کے لئے حاضر ہے پس اپنی توفیق کے مطابق ہر شخص کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ مرد بھی اور عورتیں بھی۔ بچے بھی اور بوڑھے بھی۔ امیر بھی اور غریب بھی۔ سب لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق تحریک جدید کے دوسرے دور میں شامل ہوں۔

پس اگر آپ تاحال اس مبارک تحریک میں شامل نہیں ہوئے تو آج ہی اپنا وعدہ دفتر ہذا میں ارسال فرما دیں۔ یا براہ راست سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللّٰہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھجوا دیں۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

وصیتیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی موصی یا اس کے کسی رشتہ دار کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر ہذا میں اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

نمبر ۱۳۰۰۸ ق ۔ منکہ مساۃ مجیدن زوجہ سلیم احمد صاحب عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۵ء ساکن امروہہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۴۹ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اور زیور دو صد (۲۰۰) روپیہ ہے۔ زمین لمبائی ۱۵½ گز چوڑائی ۸ گز۔ قیمت اندازاً ایک صد روپیہ اس مذکورہ جائیداد کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میری وفات پر بھی جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے ⅒ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

الامتہ مساۃ مجیدن زوجہ سلیم احمد (نشان انگوٹھا)　گواہ شد غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال ۱۱/۴۹ ۱۵

گواہ شد (نشان انگوٹھا) سلیم احمد بساون گنج امروہہ ۱۱/۴۹ ۱۵

نمبر ۱۳۰۰۴ ق منکہ عبدالرزاق منگلوری ولد چھپی عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۱ء ساکن منگلور صوبہ مدراس بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۴۹ ا حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ماہوار آمد ۳۰۰ روپیہ ہے اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتا رہوں گا۔ میری وفات پر جس قدر جائداد ثابت ہو سکے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد M. A. Razak Beedi Shop Main Gate Bombay

گواہ شد عبدالحق سکرٹری مال بمبئی۔

گواہ شد حکیم محمد دین بقلم خود امیر جماعت احمدیہ بمبئی۔

نمبر ۱۳۰۱۰ ق منکہ حلیم النساء زوجہ احمد شریف صاحب پیدائشی احمدی عمر ۲۹ سال ساکن داونگر صوبہ میسور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ حسب ذیل آج مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۴۹ء وصیت کرتی ہوں۔

اراضی قیمت ۲۰۰ روپیہ ایک بھینس ۱۰۰ روپیہ حق مہر ۵۰۰ روپیہ جو بذمہ خاوند ہے کل جائداد ۸۰۰ روپے کی ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری ماہوار آمد ۲۰ روپے ہے جو میرے بھائی اور والد سے ملتے ہیں اس کے ⅒ حصہ کی بھی وصیت کرتی ہوں جس کا حصہ ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتی رہوں گی۔ میری وفات پر اگر مزید کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنی زندگی میں اگر کوئی رقم داخل خزانہ کر کے رسید حاصل کروں تو وہ رقم میری وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔ الامتہ حلیم النساء

گواہ شد احمد شریف شوہر موصیہ　گواہ شد غلام قادر شرق سکرٹری وصایا مالک ممتاز اگربتی ورکس

نمبر ۱۳۰۱۹ ق منکہ سیدہ مشتری بیگم صاحبہ زوجہ محمد یوسف صاحب درویش عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۸ / فروری ۱۹۵۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ زیور طلائی و نقرئی قیمت اندازاً ۱۴۵ روپے حق مہر مبلغ ۵۰۰ روپے کل ۶۴۵ روپے ہے اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اپنی طرف سے اگر کوئی رقم داخل خزانہ کر کے رسید حاصل کروں تو اس قدر رقم وصیت کی رقم سے منہا کر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر میری کوئی جائداد بوقت میری وفات ثابت ہو تو اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی میں آمد اور جائداد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتی رہوں گی۔

الامتہ سیدہ مشتری بیگم عباسی　گواہ شد محمد یوسف درویش گجراتی ۲/۵۲ ۱۸　گواہ شد ملک صلاح الدین.

سیکرٹری بہشتی مقبرہ ۲/۵۲ ۱۹

نمبر ۱۳۰۳۸ ق منکہ محمد حسین ولد دلاور خاں صاحب عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۶ء ساکن برگچی ڈاکخانہ کنتور ضلع بلگام صوبہ بمبئی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں بذریعہ مزدوری ۱۵ روپے آمد ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی وصیت

بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات پر جس قدر جائیداد ثابت ہو سکے ⅒ حصہ کی وارث صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔　العبد مخدوم حسین ولد دلاور خاں امبرگٹی۔

گواہ شد قریشی محمد شفیع عابد واقف زندگی ۱۲/۵۱ ا　گواہ شد عبدالغنی

نمبر ۱۳۰۰۸ ق منکہ احمد زادی بیگم زوجہ مظہر حسین صاحب عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہانپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۴۹ ۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد ۵۰۰ روپیہ بصورت حق مہر بذمہ خاوند ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات پر جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔　الامتہ احمد زادی بیگم زوجہ مظہر حسین صاحب　گواہ شد مظہر حسین احمدی بقلم خود

گواہ شد غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال ۱۲/۴۹ ۲

نمبر ۱۳۰۰۹ ق ۔ منکہ بنیادی بیگم زوجہ علی احمد خاں صاحب عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۰ء ساکن انبیٹہ ضلع مظفر نگر یو۔پی۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۵۰ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ زیورات مالیتی نوے روپے حق مہر ۷۰۰ روپے بذمہ خاوند اس کے علاوہ میرے باپ کی جائیداد میں سے تقریباً ۱۶ بیگھے زمین خام میرے حصے آئی ہے۔ مگر یہ جائداد تا حال تقسیم نہیں ہوئی۔ اس تمام جائیداد کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے ⅒ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔　الامتہ بنیادی بیگم زوجہ علی احمد۔

گواہ شد دوست محمد سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ انبیٹہ　گواہ شد علی احمد خان پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ انبیٹہ ۱۵ رجنوری ۱۹۵۰ء

نمبر ۱۳۰۱۸ ق منکہ چوہدری عبداللہ ولد سوکھ صاحب عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن سرزار نگر ڈاکخانہ سرکڑا ضلع مراد آباد یو۔پی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۴۹ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرا ایک رہائشی مکان ہے جس کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے اور ماہوار آمد جس پر گذارہ ہے ۲۰ روپے ہے۔ میں اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اپنی آمد و جائداد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتا رہوں گا۔ میری وفات پر جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔　العبد نشان انگوٹھا عبداللہ چوہدری۔

گواہ شد غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال ۱۱/۴۹ ۲۰　گواہ شد منشی عبداللطیف سرزار نگر ۱۱/۴۹ ۲۰

نمبر ۱۳۰۰۱ ق منکہ محمد اسلم ولد منشی امام الدین صاحب عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۴ء ساکن علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری یو۔پی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۴۹ ۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری کوئی جائداد نہیں ہے ہاں ماہوار آمد ۸۰ روپے ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات پر بھی جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔　العبد محمد اسلم عباسی محرر خزانہ کلکٹری مین پوری مورخہ ۱۲/۴۹ ۲۳

گواہ شد غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال مورخہ ۱۲/۴۹ ۲۳

گواہ شد۔ محمد ظہیر الدین ولد قاضی عبدالعزیز مورخہ ۱۲/۴۹ ۲۳

"ضرورت گریجوایٹ واقفین زندگی"

دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے چند ایسے گریجوایٹ احباب کی ضرورت ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہوں یا اب وقف کر سکتے ہوں۔
اب تو یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے کہ قادیان کا موجودہ دور تقدیر الٰہی کے ماتحت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق گذر رہا ہے۔ تو وہ دن بھی دور نہیں ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے دیا ہوا ہے۔ کیونکہ ہر خزاں کے بعد دلفریب بہار کا آنا لازمی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس دور خزاں میں رہ کر موسم بہار کی دلفریبیوں کو پائیں گے۔
لہٰذا وہ گریجوایٹ واقفین جو اب تک سلسلہ کے کسی کام پر متعین نہیں کئے گئے ہیں اس اعلان کو دیکھتے ہی اپنے مکمل کوائف سے دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں۔ نیز جو گریجوایٹ احباب اپنی زندگیاں وقف کرنا چاہتے ہوں مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

وکیل الدیوان تحریک جدید قادیان

"ضرورت ڈاکٹر (سرجن)"

احباب کرام کو علم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے ماتحت احمدیہ شفاخانہ قادیان کامیابی سے بلا تفریق قوم و مذہب و ملت اور غریب و امیر خدمت خلق خدا میں شب و روز مصروف و منہمک ہے۔ اور اب ایک اور مزید ڈاکٹر کی اشد ضرورت لاحق ہے۔ جو سرجری (جراحی) میں خوب ماہر و مشاق ہو۔
احمدی ڈاکٹر کے لئے یہ موقع زریں ہے۔ کہ ملازمت کے علاوہ ایسے دوست مقدس سرزمین قادیان کے روح پرور ماحول اور اسلامی طرز زندگی کی فضاء سے مستفید و متمتع ہو سکیں گے۔
ہم خرما و ہم ثواب!
اگر کوئی ڈاکٹر پورا وقت نہ دے سکتے ہوں اور سال میں دو تین دفعہ قادیان آ سکتے ہوں تو وہ بھی درخواست کر سکتے ہیں۔ خواہشمند احباب مندرجہ ذیل پتہ سے مزید معلومات حاصل کر کے درخواست بوساطت مقامی امیر یا پریذیڈنٹ بھیج سکتے ہیں۔

ناظر اعلیٰ قادیان

جلسہ یوم خلافت بقیہ صفحہ ۷

کوششیں کرنے والے ہی ناکام و نامراد رہتے ہیں۔
چونکہ یہ آخری تقریر تھی اس لئے اس کے اختتام پر صدر محترم نے جلسہ کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا اور بتایا کہ خلافت ثانیہ کا مبارک زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جس کے متعلق بعد میں آنے والی نسلیں احساس رکھیں گی کہ کاش ہمیں بھی وہ زمانہ نصیب ہوتا۔ بعینہٖ جس طرح آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہ پانے کی حسرت ان لوگوں کے دلوں میں موجود ہے جو بعد میں آئے پس خدا کا شکر ہے کہ ہم نہ صرف خلافت کے نظام میں منسلک ہو کر سایۂ عاطفت میں مقیم ہیں بلکہ ہم نے موعود خلیفہ اور مصلح موعود کا زمانہ پایا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔
قادیان میں آپ لوگوں کی موجودہ رہائش تو ہم پر اس قدر بڑا احسان خداوندی ہے کہ اس کا اندازہ وہی نہیں کر سکتے ہیں جو آج قادیان سے دور ہیں۔ میرے پاس باہر سے خطوط آتے رہتے ہیں اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ قادیان کی محض زیارت کے لئے کس قدر قلق اور تڑپ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں خلافت اور قادیان کی موجودہ رہائش سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری ناچیز خدمات کو قبول فرمائے۔
بعد دعا جلسہ برخاست ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پروگرام دورہ مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب انسپکٹر بیت المال قادیان

از مورخہ ۱۰ $\frac{۴}{۵۲}$ تا ۳۰ $\frac{۴}{۵۲}$

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدہ داران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ انسپکٹر صاحب بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق ماہ اپریل ۱۹۵۲ء میں بغرض وصول چندہ جات و معائنہ حسابات دورہ کریں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ متعلقہ عہدہ داران انسپکٹر صاحب موصوف سے پورا پورا تعاون فرماویں گے۔

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ روانگی	قیام
۱	مظفرپور	۱۰-۴-۵۲	۲ یوم
۲	مونگھیر	۱۲-۴-۵۲	۱ "
۳	بھاگلپور	۱۴-۴-۵۲	۵ "
۴	فانپور نگلی	۲۰-۴-۵۲	-
۵	بہاری	۲۱-۴-۵۲	-
۶	ارادیہ	۲۲-۴-۵۲	-
۷	دارجیلنگ	۲۴-۴-۵۲	۴ "
۸	جرگاؤں	۳۰-۴-۵۲	۱ "

ناظر بیت المال قادیان

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء تک لازمی چندہ جات کی سو فیصدی ادائیگی کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں

صدر انجمن احمدیہ کے موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے۔ متعدد جماعتوں کی طرف سے تدریجی بجٹ کی نسبت چندہ جات کی بہت کم وصولی ہوئی ہے۔ ہر بقایا دار جماعت کے سکرٹری مال کو حال ہی میں اس کی جماعت کے تدریجی بجٹ آمد اصل وصولی تا آخر دسمبر ۱۹۵۱ء اور بقایا کی اطلاع دیتے ہوئے تاکیداً تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ کمی آمد بجٹ کو جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کرے تا آخر سال تک اس کی جماعت سو فی صدی ادائیگی کرنے والی جماعتوں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔
گذشتہ کمی کو پورا کرنے کے لئے چونکہ ابھی تک آمد کی رفتار میں نمایاں تیزی نظر نہیں آ رہی اسلئے بذریعہ اعلان ہذا عہدیداران جماعتہائے احمدیہ خصوصاً سکرٹریان مال کو بجٹ پورا کرنے کی اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔
امید ہے کہ ہر احمدی دوست بحیثیت فرد اور ہر عہدیدار بحیثیت جماعت اپنے متعلقہ بجٹ آمد کو میعاد مقررہ کے اندر سو فی صدی پورا کر کے اپنے فرض کو ادا کرے گا۔

ناظر بیت المال قادیان